وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القرآن)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کردیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے!

جلد 12	شمارہ 04	رجب 1439ھ	اپریل 2018ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون ونگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین وگرافکس: ثاقب نذر

قانونی مشاورت:

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت

سالانہ زرتعاون: اندورنِ ملک 500 روپے، قیمت فی شمارہ 50 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۂ اخلاص	3
2	بارگاہِ نبوی میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	اللہ کی بے آواز لاٹھی	محمد فہیم	11
5	مسائل میراث اور ہمارے اُجڑتے خاندان 6	حافظ مختار احمد گوندل	16
6	ملک شام سے متعلق حضور ﷺ کی پیش گوئیاں	محمد منظور انور	25
7	اسلامی مکاتب فکر میں اتحاد کی ضرورت......	قاری رمضان انجم	29
8	واحد دجالی نظام میں دنیا کو جکڑنے کا منصوبہ	انیس الرحمٰن	46
9	انجمن خدام القرآن جھنگ سالانہ رپورٹ	2017ء	55
10	تبصرہ وتعارف کتب		62

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ الاخلاص (112) آیات 4، رکوع 1

سورۃ الاخلاص قرآن مجید کی مختصر ترین سورتوں میں سے ہے اور توحید باری تعالیٰ کے موضوع پر یہ قرآن مجید کی جامع ترین سورت ہے۔ اسی لیے حضور ﷺ نے اس سورت کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ 'الاخلاص' اس سورت کا نام ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے مضمون کا عنوان بھی ہے، کیونکہ اس میں خالص توحید بیان کی گئی ہے۔

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝

(اے محمد ﷺ!) کہہ دو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) تنہا ہے

معبود برحق بے نیاز ہے

لَمۡ يَلِدۡ وَ لَمۡ يُوۡلَدۡ ۝

نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا

وَلَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

اور ہرگز نہیں کوئی اس کا ہمسر

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمُ

سورۂ اخلاص کی تشریح پر
علامہ اقبال علیہ الرحمہ کی رباعی

مرا دل سوخت بر تنہائی اُو
کُنم سامانِ بزم آرائی اُو
مثالِ دانہ می کارم خودی را
برائے اُو نگہدارم خودی را

اُس سبحانہ وتعالیٰ کی تنہائی پر میرا دل جلتا ہے۔
میں اس سبحانہ وتعالیٰ کی بزم آرائی کے اسباب جمع کرتا ہوں۔
میں دانے کی طرح خودی کی کاشت کرتا ہوں۔
میں اُسی سبحانہ وتعالیٰ کے لیے خودی کی نگہداشت کرتا ہوں۔

خوار از مہجوریٔ قرآں شدی — شکوہ سنج گردشِ دوراں شدی
اے چوں شبنم برزمیں افتندۂ — در بغل داری کتابِ زندہ
تا کجا درخاک می گیری وطن؟ — رخت بردار و سر گردوں فگن

ترجمہ: ’’تیری ذِلت کا سبب یہ ہے کہ تونے قرآن کو چھوڑ دیا ہے اور زمانے کی گردش کے شکوے کرتا ہے۔ اے شبنم کی طرح زمین پر گرنے والے! تیرے پاس ایک زندہ کتاب (قرآن مجید) ہے (تو اس سے سبق حاصل کر) تو کب تک وطن اور زمین سے چمٹا رہے گا؟ سامان اُٹھا اور اسے آسمان پر اچھال دے‘‘۔

علامہ اقبال

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

اَیُّمَا رَجُلٍ کَسَبَ مَالًا مِنْ حَلَالٍ فَاَطْعَمَ نَفْسَہٗ وَکَسَاھَا فَمَنْ دُوْنَہٗ مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ فَاِنَّھَا لَہٗ زَکَاۃٌ وَاَیُّمَا رَجُلٍ مُسْلِمٍ لَمْ یَکُنْ لَہٗ صَدَقَۃٌ فَلْیَقُلْ فِیْ دُعَائِہٖ: ’’اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ رَسُوْلِکَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ‘‘ فَاِنَّھَا لَہٗ زَکَاۃٌ (مستدرک، عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ)

’’جو آدمی حلال مال محنت کر کے کمائے پھر اس میں سے خود بھی کھائے اور پہنے اور پھر اللہ کی مخلوق میں سے دوسروں پر بھی خرچ کرے تو یہ اس کے لیے خیر و برکت اور پاکیزگی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اور جس مسلمان کے پاس صدقہ کرنے لیے مال نہ ہو اُسے چاہیے کہ وہ اپنی دعا میں یوں کہے: ’’اے اللہ! رحمت نازل فرما اپنے بندے اور اپنے رسول حضرت محمد ﷺ پر اور رحمت نازل فرما تمام ایمان والے مردوں اور تمام ایمان والی عورتوں پر اور تمام مسلمان مردوں اور تمام مسلمان عورتوں پر‘‘ کیونکہ یہ اس کے لیے خیر و برکت اور پاکیزگی کا ذریعہ ہوتا ہے‘‘۔

اقوامِ متحدہ کا ادارہ جمہوریت

اور ــــــ اسلام (پاکستان)

انجینئر مختار فاروقی

☆ دنیا میں اجتماعیاتِ انسانی سے متعلق علوم بڑی قربانیوں کے بعد آج انتہائی بلندیوں پر ہیں۔ ہمارے آباء واجداد نے اس کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں اور ابھی تک انسان آئے دن اسی گھاٹ پر عوامی حقوق اور احترامِ جان و مال وعزت وآبرو نیز مساواتِ انسانی بلالحاظ رنگ ونسل و مذہب وزبان وعلاقہ و پیشہ وجنس اور انفرادی اور اجتماعی سطح پر عدل کے حصول کے لیے قربان ہو رہے ہیں۔

☆ آج کی دنیا میں جنگ کا لفظ عام ہے اور عام آدمی بھی جانتا ہے کہ دنیا کے بیشتر ممالک میں جنگ جاری ہے۔ اس جنگ سے انسانوں کو ان کے حقوق کے حصول کے لیے کتنی کامیابی ہو رہی ہے، اس کا گراف گذشتہ چھ صدیوں کے دوران صفر ہے۔ ہاں! مسلسل جاری جنگوں سے ان انسان دشمن ممالک کا ضرور فائدہ ہو رہا ہے جو دنیا میں جنگی اسلحہ بناتے ہیں اور اس کی فروخت کرتے ہیں، پوری دنیا میں جنگی محاذ کھولنے اور ان محاذوں پر مخالفت اور بُغض کو ٹھنڈا ہونے سے بچانے کے لیے رشوت، ضمیر فروشی، غدّاروں کی سرپرستی، محکوم اور چھوٹے ممالک میں مرضی کے حکمران لانے، ان غدّاروں کی کرپشن کو نظر انداز کرنے، امیر کو امیر تر کرنے اور عوام بیچاروں کو غریب سے غریب تر کرنے کے لیے ایک عالمی جال (WORLD WIDE WEB جو

آج کل W.W.W کہلاتا ہے) بننے میں ہر لحظہ اور ہر لمحہ (24/7) سرگرمِ عمل ہیں۔

☆ ماضی میں بھی حکمران، حکومتیں، افواج اور بالادست قوتیں اپنے اچھے بُرے مقاصد کے لیے ایجنسیاں بناتی اور ان کو پالتی تھیں ان سے کام لیتی تھیں۔ مگر عصر حاضر میں ان عالمی ایجنسیوں کا کام شیطان کی آنت کی طرح ایسا پھیلا ہوا ہے کہ ابلیس کی طرح ہر جگہ 'حاضر وناظر' ہیں اور انسانی معاشروں میں خون کی طرح متحرّک ہیں اور 'وَ ھُوَ مَعَکُمْ' کے سے انداز میں ہر قابل ذکر انسان (جو عالمی بالادست قوتوں کے مقاصد کی راہ رکاوٹ بنتا ہے یا بننے جا رہا ہے) کے ساتھ ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ذَالِکَ

اس عالمی صورت میں اصل فائدہ دنیا کے معدُودے چند ممالک ہی کو ہو رہا ہے اور چند ترقی یافتہ ممالک غیر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک سے حیلوں بہانوں (BY HOOK OR BY CROOK) اور سودی نظام کے ذریعے وسائل سمیٹ کر اپنے ہاں جمع کر رہے ہیں۔

☆ ان عالمی ساہوکار ممالک کا بھی ایک فورم ہوتا ہے جہاں وہ جمع ہوتے ہیں اور مشورے کرتے ہیں۔ پہلی جنگ عظیم (1914ء-1918ء) کے بعد لیگ آف نیشنز کے نام سے ادارہ بنا، جس کی حقیقت اور در پردہ مقاصد پر فخر مسلمانانِ عالم علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے یوں تبصرہ کیا تھا:

برفتد تا روشِ رزم دریں بزمِ کہن　　درد مندانِ جہاں طرحِ نو انداختہ اند
من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند　　بہر تقسیمِ قبور انجمنے ساختہ اند

ترجمہ: ''تاکہ اس دنیا سے جنگ کی روایت اُٹھ جائے؛ جہان کا درد رکھنے والوں نے نئی بنیاد ڈالی ہے۔ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ کچھ کفن چوروں نے قبروں کو آپس میں بانٹنے کے لیے ایک انجمن بنالی ہے''۔

اور اس ادارے کی بدنامی کی وجہ سے دوسری جنگ عظیم (1939ء-1945ء) کے بعد نام بدل کر 'انجمن اقوامِ متحدہ' (UNITED NATIONS ORGANISATION) یا مختصراً اقوام متحدہ کا ادارہ وجود میں لایا گیا۔

☆ علومِ عمرانیات (POLITICAL SCIENCES) یا سوشل سائنسز (SOCIAL SCIENCES) میں انسان نے دنیا میں خاندان سے اجتماعیت کے سفر میں خاندان، قبیلہ،

شہری ریاستیں، بڑی ریاستیں، بادشاہتیں اور بین البراعظمی شہنشاہ بننے تک کا سفر کیا ہے۔ انسانی علوم کے اس سفر میں جلد ہی ریاستوں اور ان کے سربراہوں، راجوں، مہاراجوں، نائٹس، فغفوروں، سرداروں اور وائسراؤں کی صورت میں اپنی رعایا اور اقوام کی بہبود کی بجائے ان کو اپنے بڑے حاکموں اور بادشاہوں کے ہاتھوں گروی رکھ کر اپنی حکومت اور شہر یاری (چودھراہٹ) کے دوام کے سودے کر لئے۔ (واضح رہے کہ بڑے شہروں میں لوکل گورنمنٹ کے عہدے میئر کو فارسی میں شہر یار کہتے ہیں)

☆ اس سفر میں گذشتہ تین صدیوں کے دوران بڑی قربانیوں کے بعد انسانوں نے جمہوریت کی 'نیلم پری' کو پایا، مگر اہل نظر جانتے ہیں کہ یہ بھی ایک دھوکا تھا اور بالادست عالمی طاقتوں نے عوام کو بے وقوف بنانے کا ایک نیا انداز اختیار کر لیا تھا۔ ملوکیّت (بادشاہت) سے جمہوریّت کی تبدیلی چہرے کے ایک ماسک (MASK) سے زیادہ نہیں تھی۔ عالم اسلام کے بطل جلیل علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے ابلیس کی مجلس شوریٰ نامی نظم میں ابلیسی سوچ کو یوں آشکار کیا ہے:

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر

کاروبارِ شہریاری کی حقیقت اور ہے
یہ وجودِ 'میر و سلطاں' پر نہیں ہے منحصر

مجلس مِلت ہو یا پرویز کا دربار ہو
ہے وہ سلطاں، غیر کی کھیتی پہ ہو جس کی نظر!

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام؟
چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر!

گویا پس پردہ عالمی ابلیسی صہیونی استعماری قوت نے عوامی بیداری کے بعد ملوکیّت پر جمہوریت کے لباس کا پردہ ڈال دیا ہے اور یہ فعل ایک ابلیسی اور شیطانی کام ہی تھا۔

☆ اس رُخ پر دوسری جنگ عظیم کے بعد جب اقوامِ متحدہ وجود میں آئی تو امریکی آئین (1776ء) اور انقلابِ فرانس (1789ء) کے ڈیڑھ صدی بعد 'حکمتِ ابلیس' کا یہ شاہکار تھا کہ اقوامِ عالم کو اکٹھا کیا جائے اور ان کو ایک فورم پر مل بیٹھنے کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ یہ اقدام بین البراعظمی شہنشاہتوں سے عالمی ریاست کے قیام کی طرف اگلا قدم تھا۔ کاش یہ ادارہ مغرب کے اپنے سنہرے جمہوری اصولوں کے مطابق ہوتا تو دنیا اسے 'حکمتِ ابلیس' کا شاہکار نہ کہتی۔ افسوس کہ اس ادارے کی قسمت کو دنیا کے پانچ بڑے ممالک کے حوالے کر دیا گیا ہے (جن کے

حکمرانوں اور آئندہ نسلوں سے جمہوری انداز میں ابلیسی سوچ کے خلاف کسی طاقت کے اُبھرنے کا 0.1% بھی امکان نہیں ہے، اسی لیے علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے اسے چنگیز سے تاریک تر کہا تھا) امریکہ، فرانس، برطانیہ، چین اور روس کو اسی ادارے کے مستقل پالیسی ساز ممالک کا درجہ دیا گیا ہے اور ان پانچوں ممالک کو باقی اقوام عالم کے حق میں ہونے والے فیصلے پر VETO کا حق دیا گیا ہے۔ جس دن UNO کا یہ چارٹر منظور ہوا تھا ہمارے نزدیک وہ دن عصر حاضر میں جمہوریّت کے علمبردار (CHAMPION) ممالک کی رُوسیاہی اور جمہوریت کی موت (DATE OF EXPIRY) کا دن تھا۔ یہ شیطانی کھیل ہی ہے کہ جمہوریت کی علمبرداری کا پرچم بھی ہاتھ میں ہے اور جمہوریت کُشی کی سند (VETO POWER) بھی۔ (اسی سوچ کا مظہر ہے کہ امریکہ دنیا میں جمہوریت کا علمبردار بھی بنتا ہے اور CHAMPION کہلاتا ہے مگر دنیا کے دوسرے ممالک میں ملوکیت (خاندانی بادشاہت) اور آمریت (MARSHAL LAW) کی حمایت ہی نہیں مکمل سرپرستی بھی کرتا ہے۔

☆ گزشتہ 70 سال سے دنیا میں اس عالمی صہیونی استعمار کا غلبہ قائم ہے۔ اقوامِ متحدہ کے پانچ مستقل اَرکان اس صہیونی استعمار کے عالمی مُہرے ہیں۔ دراصل یہ عالمی حکومت صہیونیت کی حکومت ہے۔ اس کے لیے ایک عالمی کرنسی 'DOLLAR' کے نام سے رائج ہے اور دنیا بھر کی اقوام سے متعلق پالیسی فیصلے اسی UNO کے فورم پر ہوتے ہیں اکثر فیصلے صرف سیکولر ہی نہیں مذہب دشمن اور بالخصوص اسلام دشمن ہوتے ہیں حالانکہ UNO کے چارٹر میں کسی مذہب (اور دین) کے اندرونی معاملات میں دخل نہ دینے کا اصول طے ہے۔

☆ اس عالمی ادارے کے زخم خوردہ ویسے تو سارے ہی مسلمان ممالک ہیں (اس لیے کہ UNO کا اصل چہرہ صہیونی عزائم کی تکمیل ہی ہے) تاہم پاکستان بنتے ہی دسمبر 1948ء میں بھارت نے کشمیر پر غاصبانہ قبضے کے لیے اپنی فوجیں داخل کر دی تھیں۔ جس کے جواب میں پاکستان نے بھی دفاع کے لیے افواج بھیج دیں اور بہت سارا علاقہ فتح بھی کر لیا مگر بھارت کے وزیراعظم پنڈت نہرو اس قضیئے کو UNO لے گئے۔ وہ دن اور آج کا دن اقوامِ متحدہ کے ادارے کو نامعلوم کیا ہو گیا ہے کہ کشمیر کا مسئلہ حل نہیں ہو سکا۔ اور صہیونی عزائم کی روشنی میں دیکھیں تو UNO

کے فورم پر مسئلہ کشمیر کبھی حل بھی نہیں ہوگا کہ UNO پاکستان کو ایک اسلامی ریاست کے طور پر کبھی پُرسکون (TENSION FREE) ماحول فراہم کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ نہ عالم اسلام کا سکون UNO کے پیش نظر ہے۔ شام کے سُنّی مسلمانوں کی خونچکاں سرگزشت ہو یا فلسطین کے مسلمانوں کی، افریقہ میں مسلمانوں کے خون کی ارزانی ہو یا برما کے مسلمانوں کا قتل عام، بھارت میں مسلمانوں کی کسمپرسی کی کیفیت ہو یا چیچنیا کے مسلمانوں کی، غرض کہیں بھی مسلمانوں کی حالت زار اس نام نہاد سیکولر اور عالمی ادارے کی سنگ دلی کو آمادۂ مداخلت نہیں کر سکتی۔ یہ سُنّی مسلمان ہی ہیں جو یونان، لیبیا اور یورپی ممالک کے علاوہ امریکہ اور کینیڈا میں بھی ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔

☆ UNO کے فورم سے جتنے فیصلے ہوئے ہیں وہ فیصلے یہ پانچ ممالک نامعلوم کونسی کتاب سے دیکھ کر کرتے ہیں مگر یہ تمام فیصلے اسلام کی تعلیمات سے بالکل مخالف ہیں۔ اسمبلیوں، کونسلوں میں عورتوں کی برابر نمائندگی، پرائمری سکولوں، ہائی سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم کا فروغ، لڑکوں کے سکولوں میں %50 خواتین سٹاف اور لڑکیوں کے تعلیمی اداروں میں %50 مرد سٹاف، بے حیائی کا فروغ، دو مردوں (اور دو عورتوں) کی شادی، جسم فروشی کو ایک صنعت کا درجہ دینا اور طوائفوں کو 'جنسی کارکن' کا نام دینا وغیرہ اسی عالمی ادارے کے طویل ماضی کے چند نمایاں فیصلے اور قراردادیں ہیں۔

☆ UNO کے عالمی کارپردازوں اور مستقل ارکان کا یہی اسلام دشمن، پاکستان دشمن اور کشمیری عوام سے دشمنی کا روّیہ جاری رہا تو اہل پاکستان کو UNO کی ممبر شپ جاری رکھنے یا نہ رکھنے پر نظر ثانی کرنا ضروری ہو جائے گی۔ ہمارے نزدیک UNO صہیونی ادارہ ہے اور یہود کی عالمی حکومت کا نمائندہ ہے اور پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے لیے رکاوٹ ہے اس نے کئی قراردادوں کے ذریعے بالواسطہ طور پر پاکستان کو باندھ رکھا ہے اور پابند کر رکھا ہے کہ جس سے اسلام کی طرف عملی پیش قدمی محال نظر آتی ہے۔ اسی لیے پاکستان کو اس عالمی ادارے سے اپنے تعلق پر نظر ثانی کرنی چاہیے اور کوشش کر کے مسلمانوں کا اپنا عالمی فورم بنانا چاہیے تاکہ وہ اپنے معاملات آزادانہ طور پر چلا سکیں، یہی بانیانِ پاکستان کا وژن تھا اور اسی میں اسلام اور مسلمانانِ پاکستان کا فائدہ ہے۔

اللہ کی بے آواز لاٹھی

محمد فھیم
تیمر گرہ ضلع دیر (لوئیر)

سابق وزیر اعظم محمد نواز شریف صاحب نے عدالتی فیصلہ کے خلاف ردّ عمل میں فوری طور پر جی ٹی روڈ پر جو مارچ کروایا تھا اس سے صاف عیاں تھا کہ وہ عدالت عالیہ کے اپنے خلاف فیصلہ کو تسلیم کرنے کے موڈ میں نہیں تھے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جو شخص تین بار اس ملک کا وزیر اعظم رہا ہو وہ ملک کی سب سے بڑی عدالت اور معزز ججوں کے خلاف عوامی جلوسوں کے ذریعے قانون اور اَخلاق دونوں کو ایک طرف رکھ کر تحریک اٹھانے کی حرکت کا مرتکب ہو جائے۔ ان کے ساتھ ان کی دختر نیک اختر اور چند خوشامدی حوارئین بھی گندی تقاریر کے ذریعے ایک سماں برپا کریں۔ جناب نواز شریف صاحب کا دعویٰ ہے کہ بیس کروڑ عوام کے منتخب کردہ ہیں اور یہ کہ عوامی عدالت نے آئینی عدالت کا فیصلہ ردّ کر دیا ہے۔ ان کا بیانیہ یہی رہا ہے کہ میں آئین اور قانونی عدالت کو نہیں مانتا بلکہ عوامی عدالت (جلسوں میں ہاتھ اُٹھوا کر) نے میرے حق میں فیصلہ دیا ہے۔

جنابِ عالی! یہ بیانیہ ہی مضحکہ خیز ہے۔ عوامی عدالت کوئی عدالت نہیں ہوتی۔ اگر تو عوامی عدالتوں کو قانونی عدالتوں کے فیصلوں کو ردّ کرنے کا اختیار دیا جائے تو ملک کی طوائف الملوکی کا شکار بننے میں دیر نہیں لگے گی۔ ہر کوئی اپنی عدالت لگا کر 'میں نہ مانوں' کا رٹ لگائے رکھے گا۔ نتیجہ انارکی ہوگی۔ جناب محمد نواز شریف صاحب کے لیے نہایت عجلت کے ساتھ جو

آئینی ترمیم کی گئی وہ آئین پاکستان کی روح سے متصادم ہے۔ یہ دعویٰ کہ پارلیمنٹ بالا دست ہے اس کا جواز نہیں دیتا کہ آئین کے خلاف قانون سازی ہو اور وہ بھی کسی ایک فرد کے ذاتی مفاد کے تحفظ کے لیے۔ آئین وہ واحد اثاثہ ہے جسے 22 کروڑ پاکستانیوں کی تائید حاصل ہے۔ لہٰذا عدالت یہ دیکھے گی کہ پارلیمنٹ جو ترمیم کرتی ہے وہ کہاں تک آئین پاکستان سے ہم آہنگ ہے۔ ملک کی سب سے بڑی عدالت سے نااہل کردہ شخص کو آپ کیسے کسی بڑی سیاسی پارٹی کا سربراہ بنا سکتے ہیں جس کا اس عہدے کے طفیل براہِ راست ریاستی امور میں دخیل ہونے کی راہ میں کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی۔ سابق وزیراعظم صاحب کا 20 کروڑ عوام کا منتخب کردہ ہونے کا دعویٰ سیاسی شعبدہ بازی اور غیر حقیقت پسندانہ نعرہ ہے۔ عدالت اور ججوں کے خلاف جلسوں میں یقیناً ان کی اپنی پارٹی ہی کے لوگ ہوتے ہیں یہ 20 کروڑ عوام کبھی نہیں۔ جمہوری نظام کا خاصہ ہے کہ اکثریت والی پارٹی حکومت بناتی ہے اور موصوف نے بھی حکومت بنائی لیکن اسی جمہوریت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ ملک کی سب سے بڑی عدالت کا فیصلہ جو آئین پاکستان کے تحت دیا جاتا ہے کو تسلیم کیا جائے۔ جمہوریت کسی کو بھی یہ حق نہیں دیتی کہ اپنے خلاف آئینی فیصلہ کے جواب میں عوامی عدالتیں لگا کر ''مجھے کیوں نکالا'' کے بیانیہ پر عوام کو گمراہ کرنے کے ساتھ ساتھ عدالتوں کی مسلسل توہین کا ارتکاب کرے۔ یہ تو مشہور ہے کہ

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

بلکہ یہ بھی ہے کہ اس طرز حکومت میں جو پارٹی حکومت کرتی ہے وہ اکثر اقلیتی ہوتی کیونکہ اس کے مخالف پارٹیوں کا مجموعی ووٹ اس سے اکثر زیادہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ نعرہ غلط ہے کہ میاں صاحب کو 20 کروڑ عوام نے منتخب کیا ہے۔ اگر اعداد و شمار کا تجزیہ کیا جائے تو 2013ء کے انتخابات میں میاں صاحب کو حکومت ایک صوبے نے دلائی ہے۔ بقیہ تین صوبوں میں ان کی پارٹی پوزیشن نہایت کمزور ہے اور یہ بھی اس ملک کی بدقسمتی ہے کہ ایک صوبہ اتنا بڑا ہے کہ وہ اپنی سائز اور آبادی کے طفیل ''بادشاہ گر'' صوبہ بنا ہوا ہے۔ اسی سیاست نے صوبوں کو مقدس گائے کا درجہ دیا ہے اور ان کو چھوٹا بڑا کرنے کی بات ہو جائے تو طوفان برپا کیے جاتے ہیں۔ ڈویژن بنتے ہیں ضلع اور تحصیل

بنتے ہیں کیوں صوبوں کو بھی برابری کے سطح پر لانے کے لیے از سرِنو تشکیل دی جانے کے اہم معاملات کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔نواز شریف صاحب یاد کریں کہ بدنام زمانہ NRO میں وہ شرکت دار تھے جس کے ذریعے ڈکٹیٹر مشرف نے ان کو ساتھ ملا کر صلح صفائی کر کے قانون بنایا جس کی رو سے پہلا کھایا پیا سب معاف اور مل کر از سرِنو لوٹ کھسوٹ کے لیے راہ ہموار کی گئی اور باریاں لگائی گئیں۔

محترم نواز شریف صاحب کے دماغ میں بدقسمتی سے کچھ جراثیم ایسے ہیں جو انھیں ہر وقت مطلق العنانی پر اُکساتے رہے ہیں۔ چنانچہ ان کی مطلق العنانی کی راہ میں وہ فوج کو بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے لہٰذا مشرف کی آڑ میں انھوں نے دوران وزارت عظمیٰ ہر وقت فوج کو بدنام کرانے کی باقاعدہ مہم چلانے سے دریغ نہیں کیا۔ ہر محبِّ وطن پاکستانی سمجھتا ہے کہ فوج ہماری جغرافیائی سرحدوں کے ساتھ ساتھ نظریاتی سرحدوں کی بھی محافظ ہے۔لہٰذا فوج کو بدنام کرنے اور اسے کمزور کرنے کی حرکت اس ملک کی جڑوں کو کھودنے کے مترادف ہے۔میاں صاحب اپنے گذشتہ ادوار میں کئی مواقع پر اسلام کے نفاذ اور سودی نظام کے خاتمہ کے وعدے کر چکے مگر کبھی بھی اپنا وعدہ ایفا نہیں کیا۔ان کا تیسری بار وزارت عظمیٰ پر براجمان ہونا شاید اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری امتحان تھا جس میں وہ مکمل طور پر فیل ہوگئے۔ان کا کمال یہ ہے کہ وہ منتخب تو جمہوری عمل کے ذریعہ ہوتے ہیں لیکن انداز حکومت شاہانہ نہیں بلکہ کل قوت اور اختیار کو اپنی ذات میں مرتکز دیکھنا چاہتے ہیں۔جس کے لیے وہ قومی اداروں کو بلڈوز کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ یاد رہے کہ وہ پہلے سپریم کورٹ پر باقاعدہ حملہ کے مرتکب ہو چکے ہیں اور موجودہ وقت میں جبکہ پاکستان کو اندورنی کے علاوہ بیرونی خطرات بھی لاحق ہیں میاں صاحب عدالت اور آئین کے پیچھے پڑے ہیں اور برملا سپریم کورٹ اور معزز جج صاحبان کے خلاف مہم چلا رہے ہیں۔ یہ بھی یاددہانی ہو کہ جب نواز شریف صاحب پہلی دفعہ وزیر اعظم بنے تو وہ اس وقت ’’اسلامی جمہوری اتحاد‘‘ کے سربراہ بھی تھے جس نے پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کا واضح وعدہ کیا تھا انھوں نے اس وقت لاہور میں اپنے والد بزرگوار (مرحوم) کی معیت میں ایک دینی جماعت کے سربراہ اور مرد درویش کے ہاں جا کر ملاقات میں یہ وعدہ کیا تھا کہ ایک سال میں متبادل قانون سازی کر کے سودی نظام کا

خاتمہ کر دیں گے۔ بعد میں نہ صرف یہ کہ وہ اپنا وعدہ بھول گئے بلکہ فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف حکم کے خلاف ایک بنک کے ذریعے اپیل میں چلے گئے اور آج تک معاملہ سرد خانے میں پڑا رہ گیا۔ یہ ہے اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جنگ کا شاخسانہ۔

یہ بھی عام روایت مشہور ہو چکی ہے کہ میاں صاحب نے جلاوطنی کے دوران خانہ کعبہ میں بیٹھ کر اس وعدہ کی تجدید کی تھی کہ اگر انھیں دوبارہ اقتدار ملا تو وہ پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے سب کچھ کر گزریں گے۔ لیکن تیسری بار اقتدار میں آ کر انھوں نے یہ بھی انکشاف فرمایا ''کہ انھیں تو اس بار مینڈیٹ ہی بھارت کے ساتھ بہتر تعلقات بنانے کے یے ملا ہے'' انھوں نے بانی پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح کے بیانات کی نفی کرتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ ہندو اور مسلمان کا خدا ایک ہے، رسم ورواج ایک ہے، بود باش اور کلچر ایک ہے۔ گویا انھوں نے پورے ہوش وحواس کے ساتھ ان سیکولر، خدا ناشناس اور پاکستان دشمن عناصر کی ہمنوائی کی تھی جو بھارت اور پاکستان کے درمیان سرحد کو ایک مصنوعی لکیر سے تعبیر کرتے ہیں اور جو ''امن کی آشا'' کی آڑ میں اکھنڈ بھارت کی طرف پیش قدمی چاہتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اس خطہ زمین کو اس نعرہ پر حاصل کیا گیا تھا کہ یہاں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا دیا ہوا نظام نافذ کیا جائے گا، اس وعدہ میں یہاں حکمرانی کرنے والے تمام فیل ہو گئے خواہ سول ہوں یا فوجی حکمران۔ ان تمام میں اللہ پاک نے میاں محمد نواز شریف صاحب کو سب سے زیادہ مواقع اور وافر اسباب مہیا کیے۔ وہ تین بار ملک کے وزیراعظم بن گئے اور سب سے بڑے صوبے پر ان کی خاندانی حکمرانی پاکستان کے نصف عمر کے قریب بنتی ہے۔ اس آخری دورِ وزارت عظمیٰ کے دوران تو میاں صاحب نے نہ صرف پاکستان کے ازل دشمن بھارت کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھانے کی سعی کی بلکہ پاکستان میں اسلامی نظام کی طرف پیش قدمی کی بجائے رجعت قہقری کا شکار ہو گئے۔ یہاں تک کہ حالیہ ترمیم کا ارتکاب کیا جس میں نہایت مکارانہ طریقہ سے ختم نبوت کی شق پر ضرب لگانے کی جسارت کی گئی۔ اب تک تو چاہیے تھا کہ میاں صاحب اپنے کرتوتوں پر غور کرتے اور اپنا یہ گمراہ کن نعرہ ''ووٹ کو تقدس'' وغیرہ کو لے کر ملک کے اداروں کو پامال کرنے کی کوشش سے باز آ جاتے۔ اتنے بڑے ہو کر بھی انھیں احساس نہیں کہ وہ ذاتی خودغرضی اور ناجائز مفاد کی خاطر ملک کے سب سے

معزز ادارے عدالت عالیہ کو پبلک جلسوں میں نشانہ بنا رہے ہیں۔ ان کے گرد جو خوشامدی عناصر ہیں ان میں اکثریت ان کی ہے جو اس کے دشمن مشرف کے گرد اکھٹے ہو کر اس کے ''بھائی'' بنے تھے۔ لہٰذا اس ملک کے تحفظ اور سالمیت کی خاطر اور خود اپنے کو ایک محبّ وطن پاکستانی ثابت کرنے کی غرض سے انھیں چاہیے کہ وہ یہ تمام خود غرضانہ حرکات چھوڑ دیں جن سے قوم میں افراتفری پھیل سکتی ہے اور ملک کی سالمیت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اداروں کو آپس میں نہ لڑائیں۔ سب سے اہم اور معزز ادارہ آئین پاکستان ہے جس کا عدالت عالیہ کسٹوڈین ہے۔ اس کے خلاف سازشیں اور اس کے پر کاٹنے کی تدابیر مملکت کی نظریات کے ساتھ غداری کے مترادف ہوں گے۔ آپ قانون کے زد میں آچکے ہیں۔ آپ کے خلاف ملک کی سب سے بڑی عدالت کا فیصلہ آچکا ہے۔ بحیثیت ایک اچھے پاکستانی اسے قبول کرلیں۔ آپ نے بہت حکمرانی کی۔ اس پر سیر ہونے کی کوئی حد نہیں اور یہ سب سبق تو واضح ہے کہ یہ اللہ کی لاٹھی ہے اور اس میں چشم بینا کے لیے بہت بڑا سبق پنہاں ہے۔

اللہ تعالیٰ پاکستان کو نفاذِ اسلام کے لیے اپنی حفاظت میں رکھے اور اسے اندرونی اور بیرونی سازشوں سے اپنے امان میں رکھے۔ آمین

MY LORD IS NEAR, RESPONSIVE TO PRAYERS

(Quran 11:16)

مسائلِ میراث اور
ہمارے اُجڑتے خاندان
(حصہ ششم)

حافظ مختار احمد گوندل

وراثتی تقسیم میں تاخیر

ادائیگی قرض، وصیت کی تکمیل اور میّت کی تجہیز و تکفین کے بعد جو مال بچے اس کو ورثاء میں جلد از جلد تقسیم نہ کرنا بھی ہمارے خاندانوں میں نزاع کی بہت بڑی ہے۔ بخل اور مال کی ہوس تو انسانی فطرت میں شامل ہے، لیکن وراثتی تقسیم میں تاخیر کے عام طور پر دو اہم سبب بددیانتی اور معاملات میں ابہام ہیں۔ خاص طور پر اگر کسی ایسے مورث کے ترکہ کی تقسیم کا معاملہ ہو جس کے ورثاء مختلف مقامات پر رہائش پذیر ہوں، مختلف برادریوں سے ہوں، نابالغ ہوں یا خصوصی افراد ہوں تو اس میں تاخیر تو ورثاء میں ایسی بدگمانیوں کو جنم دیتی ہے، جن کا ازالہ بھی ناممکنات میں شمار ہوتا ہے۔ جبکہ اسے بلا تاخیر شرعی اصول کے مطابق تقسیم ہی اس کا صحیح حل ہے۔ عام طور پر ورثاء میں سے جو زیادہ طاقت ور اور با اثر ہوتا ہے، وہی ساری میراث ایسے سمیٹ لیتا ہے جیسے مورث کی رحلت کا اسے انتظار تھا کہ موت آئے اور وہ سب کچھ لے اُڑے۔ لیکن جن مصائب و آلام کے پہاڑوں کو اسے سر کرنا پڑتا ہے اسے معلوم نہیں ہوتا۔ وہ اپنی آخرت بھی برباد کرتا ہے اور دنیا میں بھی اسے سکون نہیں ملتا۔ ایسے شخص کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ ورثاء کی بددعائیں وہ لیتا ہے، حقوق العباد تلف کرنے کا وہ مجرم بنتا ہے، اِفراطِ زر کی بنا پر روپے کی قدر میں کمی ہونے سے ورثاء کے مالی خساروں کا باعث وہ بنتا ہے، غیض و غضب اور نفرتوں کا محور وہ اور اس کا خاندان بنتا

ہے، ورثاء میں سے کسی فرد کے انتقال پر اس کی محرومی کا سبب وہ بنتا ہے، ترکہ میں سے اخراجات، اسراف وتبذیر، وراثت سے محرومی (والدین، بیوہ/بیوگان، بیٹیوں، بہنوں کو وراثت میں حصہ نہ دینا/معاف کروالینا) وغیرہ ایسے مسائل وآلام سے واسطہ اسے پڑتا ہے۔ اتفاق و اتحاد اور اخوّتوں کے چمنستاں اُجڑنے لگتے ہیں، پھر صدیوں سے بنی ہوئی قرابتوں کے آبگینے ٹوٹنے لگتے ہیں، کینہ وکدورت کی سلگتی آگ اور فُرقتوں کے ناگ اسے ڈسنے لگتے ہیں۔ محبتوں کے رشتے کڑواہٹوں میں بدلنے لگتے ہیں، نوبت قتل وقتال تک جا پہنچتی ہے اور پھر عداوتوں میں ہی اس کے ماہ وسال گزرنے لگتے ہیں۔

وارثوں کا حق مارنا تو غیر مسلم اقوام کا چلن ہے۔ مومن تو اپنے اعزہ واقارب کے حقوق کا پاسبان ہوا کرتا ہے اور شریعت کا منشا تو نزاعات روکنا اور جھگڑوں کا سدّ باب کرنا ہے۔ اسی لئے شریعت کے مطابق میراث کی تقسیم میں بلا جواز تاخیر گناہِ عظیم، اللہ تعالیٰ کی حدوں کو توڑنا اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی ہے۔ جس کے لئے قرآنِ مجید میں جہنّم کی وعید ہے۔

تجہیز وتدفین کے بعد جس قدر ہو سکے جلد ترکہ کی تقسیم مورث کے قرابتی حقوق کی تکمیل اور عملاً تقسیم ہے۔ جیسے ہی مورث کا انتقال ہوتا ہے تو تمام ورثاء کا از خود حق ملکیّت قائم ہو جاتا ہے، مثلاً اگر کوئی اس مکان کو جو مورث نے ترکہ میں چھوڑا ہے اور بقیہ ترکہ کو، تنہا ہی استعمال کر رہا ہے تو وہ اپنے حصہ سے زیادہ لے رہا ہے اور دیگر ورثاء کی اجازت کے بغیر جو اس کے استعمال میں ہے، وہ اس کے حق میں گُناہ اور حرام ہے۔ اگر ہر وارث کو اس کا حصہ جلد مل جائے تو وہ اپنی ضروریات کے لیے اسے بروقت استعمال کر سکے گا اسے کسی قسم کی پریشانی نہ ہوگی اور اسے لوگوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میراث کی تقسیم میں تاخیر کی وجہ سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پیچیدگیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں، عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ ترکہ کئی کئی پشتوں تک ایسے افراد کے تصرف میں رہتا ہے جن کا اس پر حق نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود وہ اس سے نفع اندوز ہو رہے ہوتے ہیں جبکہ اس مال کے حقیقی مالکوں کی اُمیدیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ جیسے کسی نے اپنی محرومی کے جذبات کی اس شعر کی صورت میں فکرانگیز ترجمانی کی ہے:

کسی کو گھر ملا، کسی کے حصے میں دکاں آئی
میں گھر میں چھوٹا تھا، مرے حصے میں ماں آئی

اگر کبھی تقسیم کی نوبت آ بھی جاتی ہے تو اس دورانیہ میں کئی ورثاء انتقال کر چکے ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں بہت سے حق دار اپنے حق سے محروم رہ جاتے ہیں اور ان کا مال غیر مستحق افراد کے ہاتھوں میں چلا جاتا ہے۔ صاحب اتحاف تحریر کرتے ہیں: ''میں حضرت ابو العباس خطاب کے ساتھ تھا، آپ ایک ایسے شخص کی تعزیت کے لیے حاضر ہوئے کہ جس کی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا، آپ نے گھر میں ایک چٹائی بچھی ہوئی دیکھی تو گھر کے دروازے پر ہی کھڑے ہو گئے اور اس شخص سے فرمایا: کیا تیرے علاوہ بھی کوئی وارث ہے؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: تیرا اُس چیز پر بیٹھنا کیسا ہے جس کا تو تنہا مالک نہیں۔ تو وہ شخص (اس تنبیہ کے بعد) اُس چٹائی سے اُٹھ گیا۔ (اتحاف السادۃ للمتقین)

ہمارے ہاں نسل در نسل ترکہ تقسیم نہ ہونا تو جوائنٹ فیملی (JOINT FAMILY) کا امتیاز سمجھا جاتا ہے۔ بڑے فخریہ انداز سے کہا جاتا ہے کہ ہم کئی نسلوں سے مشترکہ خاندان ہیں۔ یہاں تک کہ کوشش کی جاتی ہے خاندان سے باہر یعنی کسی دوسرے قبیلے یا خاندان میں شادی نہ ہو بلکہ اپنے قبیلہ میں ہی شادی کی جائے تاکہ مال خصوصاً جائیداد کئی کئی پشتوں تک ایک ہی خاندان کے تصرف میں رہے اور پھر جب کبھی تقسیم کی نوبت آتی ہے تو ایسے قانونی مسائل جنم لیتے ہیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا مثلاً قیامِ پاکستان سے قبل شناختی کارڈ کا تصور بھی نہیں تھا اور اب اس کے بغیر وراثت کی تقسیم بھی ناممکن ہے۔ تاخیری وباء سے خاندانی نزاعات کی بھرمار اور نادیدہ مسائل کا انبار جنم لیتا ہے۔ وراثت سے محروم کر دینے والے ان تاخیری حربوں سے کام لینے والوں کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون سی چیز انسان کے لئے نفع رساں ہے اور کون سی ضرر رساں۔

مستحقین کو محروم رکھنے کے چند خطرناک پہلو یہ ہیں

بغض وعناد اور بد اعتمادی کی فضا

ورثاء میں سے کسی فرد کی بھی میراث سے محرومی دشمنیوں کو جنم دیتی ہے اور پھر پورا

خاندان اس کا شکار بنتا ہے۔ عدالتیں آباد اور خانوادے برباد ہو جاتے ہیں۔ کسی وارث کو اس کا حصہ دینا احسان نہیں ہوا کرتا بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت ہے جبکہ اسے محروم کر دینا احکامِ الٰہی کی صریح خلاف ورزی اور دخولِ جہنم کا سبب ہے۔

ترکہ کی تقسیم میں تاخیر کے اسباب میں کبھی مرحوم کے ادھورے کاموں (حج وغیرہ) کی تکمیل، کبھی خاندان کے ازدواجی مسائل یعنی غیر شادی شدہ افراد کی شادیوں کے لئے اخراجات، کبھی قانونی رکاوٹیں وغیرہ ہوتی ہیں جن سے خاندانوں میں نفرتیں جنم لیتی ہیں۔ جیسے حصول انصاف میں تاخیر انصاف کی نفی شمار ہوتی ہے اسی طرح ترکہ پر قابض شخص دراصل دوسروں کے حقوقِ ملکیت اور دوسروں کے حصوں کا انکاری ہے۔ جبکہ اس کے ذمہ میراث کا وہ مال قرض ہوگا، اور اگر کوئی دنیا میں ادا نہیں کرے گا تو آخرت میں اسے لازماً دینا ہی ہوگا۔ قبضے کا یہ مال ''مالِ حرام'' ہے، اس شخص کا خیرات وصدقہ اور انفاق بھی مردود ہے اور اس کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔ جو لوگ میراث میں سے دوسروں کا حق کھاتے ہیں حق دار وارث ان کو بددعائیں دیتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی فرماتے ہیں کہ میرے چچا کا انتقال ہوا تو میرے والد بے ہوش ہوگئے، ہوش آنے پر فرمایا: چٹائی کو ورثاء کے ترکہ میں داخل کردو (اور اسے اب استعمال نہ کرو کیونکہ اس میں ورثاء کا حق شامل ہوگیا ہے)۔ (احیاء علوم الدین) لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ اسلام کے دیے ہوئے احکامات کے مطابق جلد از جلد میراث کا مال تقسیم کر دیا جائے۔ شریعت کے مطابق ورثہ کی تقسیم اسلامی حکومت کی ذمہ داریوں میں سے ایک اہم ذمہ داری ہے، لہٰذا جو حکومت اس طرف توجہ نہیں دیتی، وہ حکومت اپنے فرائض میں کوتاہی کرتی ہے۔

مالِ ترکہ سے بے جا اخراجات:

میّت کے عمومی اخراجات ترکہ سے ہی کئے جاتے ہیں جبکہ وارثوں میں یتامیٰ اور نابالغ بچے بھی ہوتے ہیں اور ان کے حصوں سے بھی وہ اخراجات منہا کر لئے جاتے ہیں، حالانکہ یتیموں یا دیگر نابالغ ورثاء کے حصوں سے لینا ناجائز وحرام ہے بلکہ اگر یتیم یا کوئی نابالغ وارث اجازت بھی دیدے تب بھی ان کا مال استعمال کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ جب بلوغت کے بعد ان کے اخراجات کے لیے رقم درکار ہو تو جواب میں یہی فقرہ سننے کو ملتا ہے کہ خرچ ہوگئے یا فلاں

کے قبضہ میں ہے، اس سے لے لو وغیرہ۔ یتیم بچوں کا وراثتی یا ان کی خبر گیری کے لئے جو امدادی مال یا تحائف ملتے ہیں، اس کے علاوہ ان کی اپنی کسی جائز کمائی کے ذریعے جو مال انہیں ملتا ہے اسے خرچ کرنے کے حوالے سے ہمارے گھروں میں بہت سی غفلتیں اور کوتاہیاں پائی جاتی ہیں، جیسے یتامیٰ اور نابالغ وارثوں کا حصہ جدا نہیں کیا جاتا بلکہ مشترکہ طور پر خرچ ہوتا رہتا ہے اور اسی مشترکہ مال ترکہ سے ہی صدقہ وخیرات کیا جارہا ہوتا ہے، رشتہ داروں میں خوشی کے مواقع پر لین دین بھی اسی مشترکہ ترکہ سے جاری رہتا ہے، مہمانوں کی مہمان نوازی، بھائی بہنوں کی تعلیم، شادیوں وغیرہ میں بھی وہی مال صرف ہو رہا ہوتا ہے۔ جبکہ اس میں یتیم کا مال بھی شامل ہے جسے ان معاملات میں خرچ کرنا جائز ہی نہیں ہوتا، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ یتیم اور تمام نابالغ وارثوں کا حصہ جدا کر دیا جائے اور ہر حصہ اسی پر خرچ کیا جائے جس کا وہ ہے۔ تاہم بالغ ورثاء باہمی رضامندی سے اِن معاملات میں اپنا مالِ وراثت خرچ کر سکتے ہیں۔

سوتیلی ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو میراث سے محرومی

ہمارے معاشرے میں سوتیلی ماؤں، بیٹیوں اور بہنوں کو میراث سے ان کا حصہ نہ دینا بھی عام ہوتا جارہا ہے حالانکہ باپ کے مال میں ان کا حق قرآنِ مجید کی نصِ قطعی سے ثابت ہے جسے کوئی ختم نہیں کرسکتا۔ یاد رہے کہ لڑکیوں کو حصہ نہ دینا حرامِ قطعی ہے، لہٰذا اگر والدین نے وصیت وغیرہ کے ذریعے بیٹیوں کو ان کے حصے سے محروم کر دیا یا بھائیوں نے بہنوں کو ان کا حصہ دینے کی بجائے سارا مال آپس میں تقسیم کرلیا، یا ان کا حصہ کسی غیر وارث کو دیدیا تو یہ یقینی ظلم ہے اور ایسے لوگوں پر توبہ کے ساتھ ساتھ بیٹیوں اور بہنوں کو ان کا حصہ لوٹا دینا لازم ہے اور ان کا یہ عذر کرنا غلط ہے کہ لڑکی کی شادی دھوم دھام سے کردی تھی، اس لئے وہ میراث کی حق دار نہیں ہے۔

بیٹیوں اور بہنوں سے وراثت کا حصہ معاف کروالینا:

وراثت ایک ایسا مالی حق ہے جو لازمی طور پر خود بخود وارث کی ملکیت میں آجاتا ہے، وہ اسے بہر صورت لینا ہی ہے۔ ہمارے ہاں بعض اوقات وراثت کی حق دار عورتیں جیسے بیٹیاں اور بہنیں وغیرہ سے ان کا حصہ دینے کی بجائے عذر خواہی کر کے معاف کروالیتے ہیں اور بعض اوقات دیگر رشتہ دار انہیں اپنا حصہ معاف کر دینے پر زور دیتے ہیں۔ یہ دونوں صورتیں تجاوز ہیں۔ لازم

ہے کہ وہ حق دار عورتوں کو ان کا حصہ دیں اور عورتوں پر لازم ہے کہ وہ اپنے حصے کو اپنے قبضے میں لیں، البتہ اگر اپنے حصہ وراثت پر قبضہ کرنے کے بعد بلا جبر واِکراہ محض اپنی خوشی سے کسی دوسرے وارث کو دینا چاہیں تو انہیں اس کا اختیار ہے۔

والدین کو اولاد کی وراثت سے حصہ نہ دینا:

اولاد کے انتقال کے وقت اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں زندہ ہیں تو وہ بھی اپنی اولاد کے ترکہ کے وارث ہیں اور اس ترکہ سے حصہ پائیں گے۔ ہمارے ہاں بعض جگہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اولاد تو والدین کے مال میں حصہ دار ہوتی ہے لیکن والدین اولاد کے مال میں حصہ دار نہیں ہوتے، یا اگر ہیں بھی تو وہ اپنا حق وراثت کس لئے وصول کریں، یہ بات واضح طور پر غلط اور قرآن وحدیث کے احکام کے خلاف ہے۔

کفالت عامہ اور موجودہ پنشن

کفالت عامہ یا سماجی تحفظ دراصل وہ حکومتی اقدامات ہیں جس میں پوری قوم کی اجتماعی کفالت، ریاست کے صاحبِ ثروت افراد سے احکام شریعت کی تعمیل کرتے ہوئے اموال کی وصولی اور مملکت کے (بلاتمیز) تمام باشندوں کی ہر قسم کی معاشی حاجات وسماجی ضروریات کی کفالت کے ساتھ ساتھ پرامن زندگی کی ضمانت ہے تاکہ کوئی شخص بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ رہے،عوام کی اغنیاء سے حاصل ہونے والے اموال تک رسائی کفالت عامہ ہے۔یعنی قومی دولت کا ارتکاز نہ ہو،قومی وسائل پر سب کو مساوی حقوق ہوں اور کسی کو کسی پر کوئی امتیاز نہ ہو، اغنیاء اور عامّۃ الناس کا معیار زندگی یکساں ہو اور عوام مالدار لوگوں کے رحم وکرم کے محتاج نہ ہوں۔ اسلام افرادِ معاشرہ کے درمیان معاشی تفاوت کم کرنا چاہتا ہے،لہٰذا غنی کو حکم دیتا ہے کہ وہ قُلِ الْعَفْو یعنی ضرورت سے زائد مال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے غرباء پر خرچ کرے۔عہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دورِ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں اسلامی ریاست کفالت عامہ کی ذمہ داری ادا کر رہی تھی۔جیسا کہ قرآن کی آیات کے درج ذیل ترجمہ میں کفالت عامّہ کے بارے میں احکام کی تفصیل ہے:

☆ ’’اور نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔کچھ شک نہیں کہ اللہ کا عذاب

سخت ہے''۔(2:5)

☆ ''اور جان لو کہ جو چیز تم غنیمت کے طور پر حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اور اہل قرابت کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے''۔(41:8)

☆ ''صدقات (یعنی زکوۃ و خیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنانِ صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کو جن کی تالیف قلوب منظور ہو اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرضہ داروں (کے قرض ادا کرنے میں) اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیے۔ یہ حقوق) اللہ کی طرف سے مقرر کر دیے گئے ہیں اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے''۔(60:9)

☆ ''جو مال اللہ نے اپنے پیغمبر (ﷺ) کو دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ اللہ کے اور پیغمبر کے اور (پیغمبر کے) قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور حاجت مندوں کے اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے۔ سو جو چیز تم کو پیغمبر (ﷺ) دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے''۔(7:59)

تاریخی اعتبار سے بھی ایسی مثالیں موجود ہیں کہ غزوہ، قحط سالی یا ہنگامی صورت حال میں قبائل اپنا کھانا اور مال ایک جگہ جمع کر لیتے اور سب مل کر ایک ہی برتن میں کھانا کھاتے اور ضرورت کے مطابق مال لیتے۔ یہی اجتماعی کفالت عامہ تھی جسے رسول اللہ ﷺ نے بھی پسند فرمایا، یہی رسولی تقسیم کے نام سے معروف ہے اور خلفائے راشدین بھی اسی اصول پر کاربند رہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اسی بناء پر اشعری قبیلہ کی تعریف کی کہ جب سفر وحضر میں ان کے ہاں غلہ کی قلّت ہوتی تو وہ اپنا تمام غلہ ایک کپڑے میں جمع کر دیتے اور پھر برابر تقسیم کر لیتے، چنانچہ آپ ﷺ نے خوش ہو کر ان کے لئے فرمایا: ''وہ لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بوڑھے غیر مسلم کو بھیک مانگتے دیکھا۔ پوچھنے پر اس نے بتایا

کہ بڑھاپے نے بھیک مانگنے پر مجبور کر دیا۔ آپؓ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جو شخص بھی ضعیف ہو اور کام نہ کر سکے یا کسی حادثے کی وجہ سے محتاج ہو جائے اس کا جزیہ معاف کر کے بیت المال سے اسے اور اس کے خاندان کو وظائف دیے جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کام کے لئے باقاعدہ محکمہ قائم کیا۔ جن میں بیت المال سے دیے جانے والے وظائف کا رجسٹروں میں حساب رکھا جاتا اور ان لوگوں کے نام درج ہوتے جن کو یہ وظائف ملتے تھے۔

امام طبری کے خیال میں اس محکمہ کا قیام اور تقسیم وظائف کا کام 15ھ اور حضرت ابن سعد کے مطابق 20ھ میں یہ کارِ خیر انجام پایا، جبکہ ایران و عراق اور مصر و شام فتح ہو چکے تھے۔ مالِ غنیمت کے علاوہ جزیہ و خراج بھی فراوانی سے آ چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ بیت المال قائم فرمایا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس کا انچارج مقرر فرمایا۔ اس کی وسعت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ عمال کی تنخواہوں اور تقسیم وظائف کی مد میں تین کروڑ درہم مختص تھے۔ عہد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں تو سب کو برابر وظیفہ دیا جاتا تھا، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مساویانہ تقسیم کی بابت سبقت الی الاسلام کی ترجیح کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے جواب دیا: وہ اللہ کی خاطر ایمان لائے، وہی روز قیامت ان کو پورا اور کامل اجر دے گا، دنیا میں تو صرف گزارہ ہے۔ کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کیا تو انھوں نے فرمایا: میں ان لوگوں کو جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی، ان کے برابر کیسے کر دوں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار تھے۔ انھوں نے اصحابؓ بدر کا وظیفہ سب سے بڑھ کر 5 ہزار درہم سالانہ مقرر فرمایا، مہاجرین حبشہ اور جنگ اُحد سے صلح حدیبیہ تک کے غزوات میں شامل ہونے والوں کے لیے 4 ہزار اور اہل بدر کے بیٹوں کے لیے 2 ہزار درہم کی منظوری عطا فرمائی۔ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اس رقم کے علاوہ مد قرابت سے بھی حصہ پاتے۔ ہر اس صحابی کا وظیفہ جو فتح مکہ سے قبل ایمان لایا، 3 ہزار سالانہ تھا۔ قادسیہ اور شام کی جنگوں میں حصہ لینے والوں کو 2 ہزار اور بعد کے معرکوں کے غازیوں کو ایک ہزار درہم ملتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد ایمان لانے والے سردارانِ قریش حضرت صفوان رضی اللہ عنہ بن امیہ، حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن ہشام اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہ بن عمرو کو تھوڑا وظیفہ ملا تو وہ شکوہ سنج ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حسب و نسب نہیں، بلکہ

’سبقت الی الاسلام‘ کی بنا پر وظائف دیے ہیں۔عہد فاروقی میں ہر نومولود کو ایک سو درہم سالانہ دیے جاتے جب وہ بڑا ہوتا تو یہ رقم دگنی ہو جاتی۔ایک بار آپؓ نے آرزو کی کہ اگر مالِ غنیمت کی بہتات ہوئی تو میں ہر کسی کو 4 ہزار درہم سالانہ دیں گے، ایک ہزار اس کے اپنے سفر خرچ، ایک ہزار اس کے اہل خانہ کے نان ونفقہ، ایک ہزار اسلحہ خریدنے اور ایک ہزار گھوڑا خچر رکھنے کے لیے۔حضرت سالمؒ بن عبداللہ کا بیان ہے: کوئی شخص خلافت فاروقی میں ایسا نہ رہا کہ حضرت عمرؓ نے اس کا وظیفہ مقرر نہ کیا ہو۔حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ فرماتے تھے: ہر شخص کا اس بیت المال میں حق ہے، خلیفہ بھی عام مسلمان جتنا ہی حصہ لے سکتا ہے۔بسا اوقات مدینہ اور اس کے نواحی قبائل میں وہ خود چل کر جاتے اور ہر فرد کا وظیفہ خود اس کے ہاتھ میں دیتے۔فرماتے: میری زندگی رہی تو کوہ صنعا میں بکریاں چرانے والے ہر گلہ بان کو اس کی جگہ اس کا وظیفہ ملا کرے گا۔دوسرے صوبوں اور قبائل میں وظائف کی تقسیم ان کے گورنروں اور سرداروں کی ذمہ داری ہوتی۔اگر ان کی طرف سے کوئی کوتاہی ہوتی تو فوراً باز پرس کی جاتی۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے مذکورہ بالا اقدامات کی روشنی میں فلاحی ریاست میں ضرورت مند اور محتاج افراد کو وظائف کی تقسیم ضروری قرار پائی۔تاہم بعد میں آنے والے مسلم حکمرانوں کا بھی یہی معمول رہا۔برصغیر پاک وہند میں بھی مسلمانوں کی حکومت صدیوں تک قائم رہی اور ابتداء عہد سے برطانوی حکومت کے قیام تک مسلمان فرمانرواؤں کا یہی نظام کارفرما رہا۔پھر یہی تصور مغربی دنیا میں بیروزگاری الاؤنس، پنشن اور ریٹائرمنٹ کے قوانین کی بنیاد بنا۔ (جاری ہے)

ملک شام کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئیاں

ابوفیصل محمد منظور انور

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب ملک شام والوں میں خرابی پیدا ہو جائے گی تو تم میں کوئی اچھائی باقی نہیں رہے گی۔ میری اُمّت کے ایک گروہ کو ہمیشہ اللہ کی مدد حاصل رہے گی، اس کی مدد نہ کرنے والے قیامت تک اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے''۔ (سنن ترمذی، باب ماجاء فی الشام، حدیث صحیح) یعنی یہ گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا اللہ کی مدد و نصرت سے سرفراز رہے گا اس کی نصرت و تائید نہ کرنے والے لوگ اسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ امام نووی کہتے ہیں یہ گروہ اقطار عالم میں منتشر ہوگا جس میں بہادر قسم کے جنگ جو، فقہاء، محدثین، زہداء اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والے لوگ ہوں گے۔

آج کل ملک شام میں جو حالات ہیں اور آئے روز بیسیوں مسلمان گاجر مولی کی طرح کاٹے جا رہے ہیں ایک محتاط اندازے کے مطابق ماہ فروری سے لے کر اب تک غوطہ شہر اور ملحقہ دیگر شہروں قصبوں میں بارہ سو سے زائد افراد شامی سرکاری افواج اور روسی طیاروں کی ظالمانہ بمباری کے نتیجے میں ہلاک ہو چکے ہیں ان میں زیادہ تر تعداد معصوم بچوں اور عورتوں کی ہے۔ نام نہاد اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل اور انسانی حقوق کی عالمی تنظیمیں زبانی جمع خرچ کرنے اور بیان بازی تک محدود ہیں اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ دنیا بھر میں خونِ مسلم کی ارزانی ہے اور مسلمانوں کو ہی بڑی بے دردی اور بڑے ظالمانہ طریقوں سے ہلاک کیا جا رہا ہے۔ دنیائے اسلام

میں فلسطین، کشمیر، افغانستان، عراق، یمن، لیبیا، مصر سمیت کئی دیگر ممالک اور روہنگیا برما میں تو برسوں سے مسلمانوں کے ساتھ آگ اور خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی مگر اب شام میں نہتے بے گناہ سُنّی مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کیا جا رہا ہے اس سے تو شاید ظالم رومی اور یونانی بادشاہوں کی روحیں بھی شرمندہ ہو رہی ہوں گی۔ جنگی جرائم کے مرتکب عناصر کو قتل عام کی کھلی چھٹی دی جا چکی ہے۔ مسلم دنیا میں جرأت مند، بہادر، نڈر اور صالح قیادت کا فقدان ہے مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑا کر اسلحہ فروخت کرنے والے اسلام دشمن مغربی ممالک اور امریکہ کا تو ایجنڈہ ہی مسلم کشی ہے مگر افسوسناک امر یہ ہے کہ مرنے مارنے والے تو ہر طرف مسلمان ہی نظر آتے ہیں۔ OIC جو کہ مسلم ممالک کی تنظیم ہے وہ 'او آئی سی' بن کر رہ گئی ہے اور ایک مردہ بھینس کی مثال لگتی ہے جو بری طرح ناکامی سے دوچار ہو کر اپنی افادیت کھو چکی ہے۔ لگتا ہے کہ شام میں سلگنے والی آگ پوری دنیا کی بساط ہی لپیٹ دے گی کیونکہ یہ ہو کر رہنے والا ہے اور قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزیاں جس طرح دیدہ دلیری اور ڈھٹائی و کمینگی سے ہو رہی ہیں ان کا انجام اس کے سوا اور کچھ نظر نہیں آ رہا کہ اب اس مغربی صہیونی بالادستی کا خاتمہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ کی منشا بھی یہی ہے احادیث مبارکہ کی رُو سے شام و اہل شام سے اُمّت مسلمہ کا مستقبل وابستہ ہے۔ اگر ملک شام ایسے ہی برباد ہوتا رہا تو اُمت کی بھی خیر نہیں ویسے تو یہ ملک 90 فیصد برباد ہو چکا پانچ سالہ خونریزی، خانہ جنگی میں 8/10 لاکھ بیگناہ بچے، بوڑھے، عورتیں شہید اور لاکھوں کی تعداد میں یہ مفلوک الحال بے خانماں افراد دیارِ غیر میں پناہ کے متلاشی دھکے کھا رہے ہیں جبکہ لاتعداد دوسرے ملک کی سرحدوں پر زندگی کی بھیک مانگتے ہوئے شہید ہو رہے ہیں اور اتنے ہی تعداد میں زخمی یا معذور ہو چکے، لہٰذا شام مکمل تباہی کے بعد اب نزع کی حالت میں ہے۔ مذکورہ حدیث کے حساب سے عرب ممالک کے سنہرے دور کے خاتمہ کی اہم وجہ ملکِ شام کے موجودہ حالات ہیں، گویا محمد ﷺ کی ایک اور پیشگوئی کی علامت ظاہر ہو رہی ہے یا ہو چکی ہے ملکِ شام کے متعلق اِسرائیل، روس، ایران و امریکہ جو بھی جھوٹے بہانے بنائے، لیکن ان سب کا اصل ہدف جزیرۃ العرب ہے کیونکہ کفار کا عقیدہ ہے کہ دجال مسیحا ہے اس وجہ سے یہ لوگ فتنۂ دجال کے لئے اِنتظامات مکمل کر رہے ہیں جس کے لیے عرب ممالک میں عدمِ اِستحکام پیدا کرنا

ہے کیونکہ ملکِ شام پر یہود و نصاریٰ قبضہ کرنا چاہتے ہیں حضرت مہدی کے ظہور سے قبل یہ ہو کر رہے گا۔ چنانچہ کتابِ فِتن میں ہے کہ: ’’آخری زمانے میں جب مسلمان ہر طرف سے مغلوب ہو جائیں گے، مسلسل جنگیں ہوں گی، شام میں بھی عیسائیوں کی حکومت قائم ہو جائے گی‘‘۔ مورخین کے مطابق سعودی عرب، مِصر، ترکی بھی باقی نہ رہے گا ہر جگہ کفار کے مظالم بڑھ جائیں گے، امت مسلمہ خانہ جنگی کا شکار ہو جائے گی عرب خلیجی ممالک اور سعودی عرب وغیرہ میں بھی مسلمانوں کی باقاعدہ پر شکوہ حکومتیں نہیں رہیں گی سعودی عرب کا چھوٹا سا شہر خیبر جو مدینہ منورہ سے تقریباً ڈیڑھ سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے یہود و نصاریٰ اس کے قریب تک پہنچ جائیں گے اور اس جگہ تک ان کی حکومت قائم ہو جائے گی، بچے کھچے مسلمان مدِ ینہ منورہ پہنچ جائیں گے، اس وقت حضرت مہدی مدینہ منورہ میں ہوں گے۔ دریائے طبریہ بھی تیزی سے خشک ہو رہا ہے جو کہ حضرت مہدی کے ظہور سے قبل خشک ہو گا۔ جب مشرقِ وسطیٰ کے حالات کو خصوصاً مسلمانوں اور ساری دنیا کے حالات کو دیکھتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ دنیا خوفناک جنگ کی جانب بڑھ رہی ہے، فرانس میں حملوں کے بعد فرانس اور پوپ بھی عالمی جنگ کی بات کر چکے ہیں اس عالمی جنگ کا مرکز کون سا خطہ ہو گا؟ واضح نظر آ رہا ہے کہ مشرقِ وسطیٰ ہی متوقع ہے پاکستان اور بھارت کی کشمکش اور کشیدگی کے بڑھتے ہوئے حالات سے بھی لگتا ہے کہ جنگی حالات غزوہ ہند کی طرف رخ کر رہے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری قوم کا ایک لشکر وقتِ آخر کے نزدیک ہند پر چڑھائی کرے گا اور اللہ اس لشکر کو فتح نصیب کرے گا، یہاں تک کہ وہ ہند کے حکمرانوں کو بیڑیوں میں جکڑ کر لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس لشکر کے تمام گناہ معاف کر دے گا پھر وہ لشکر واپس رخ کرے گا اور شام میں موجود حضرت عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کے ساتھ جا کر مل جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں اپنا سب کچھ بیچ کر بھی اس لشکر کا حصّہ بنوں گا اور پھر جب اللہ ہمیں فتح نصیب کرے گا تو میں (ابو ہریرہ) جہنم کی آگ سے آزاد کہلاؤں گا۔ پھر جب میں شام پہنچوں گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تلاش کر کے انہیں بتاؤں گا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی رہا ہوں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور کہا: بہت مشکل، بہت مشکل۔ (کتاب الفتن۔ واللہ اعلم)

آنے والے ادوار بڑے پر فِتن نظر آتے ہیں اور اس کے متعلق بھی حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میری امت پر ایک دور ایسے آئے گا جس میں فِتنے ایسے تیزی سے آئیں گے جیسے تسبیح ٹوٹ جانے سے تسبیح کے دانے تیزی سے زمین کی طرف آتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ کی ثقافت کی اندھی تقلید اور ہر کام میں ان سے مشابہت اختیار کرنے والے مسلمان بھائیوں سے اپیل ہے کہ وہ اس مغضوب علیہم اور ضالین گروہوں پر آنے والے عذاب اور انجام کو سامنے رکھیں اور خبردار ہو جائیں قرآن مجید فرقان حمید کا بغور مطالعہ کریں اور اپنے آپ کو اس دورِ فتن سے بچانے کے لئے تیار کریں اور اپنی نسلوں کی ابھی سے ایسی تربیت کریں اور ایمان بچانے کی فِکر سے آگاہی دیں۔

؎ چشمِ اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری
کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری
؎ وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اِتمام ابھی باقی ہے

اقبال رح

قارئین کرام! قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث مبارکہ آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات و احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

اسلامی مکاتبِ فکر میں اِتحاد کی ضرورت و اہمیت اور طریق کار

قاری رمضان نجم باروی
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ وعربی گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
(بشکریہ: ماہنامہ ضیائے حرم، اسلام آباد، جنوری 2018ء)

قوتِ فہم میں اختلاف کی وجہ سے فکر ونظر کا اختلاف ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کسی بھی ذی شعور کو مجالِ انکار نہیں ہے۔ دوسری طرف اس اختلافِ رائے کو کسی نقطۂ اتحاد کی طرف لے جانا، ضمانتِ نجات اور دلیل فوز وفلاح ہے۔ اختلاف کو اتحاد میں بدلنے یا اختلاف کو باعث رحمت بنانے میں اخلاص وللّٰہیت بنیادی اکائی ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ سے اسی اخلاصِ نیت کی طرف راہنمائی کی گئی ہے۔ اختلافِ نظر مطلقاً ممنوع بھی نہیں ہے، بلکہ یہ زندگی، بیدار مغزی، قوتِ فکر، فکری جسارت اور جوہر فطرت کی قابلیت کی نشانی ہے۔ بسا اوقات فکری اختلاف اُمت کے لیے باعث خیر وبرکت اور ذریعہ سہل ورحمت بھی ثابت ہوتا ہے۔ اگر اُمت کے بہترین لوگوں کی سوانح حیات کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اُن میں بھی فروعی اختلاف موجود رہے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہر اختلاف باعث فساد نہیں ہوتا بلکہ اِن نفوسِ زکیہ وعادلہ کا اختلاف یقیناً بعد کے لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنے کا سبب ہے۔

حضور نبی مکرم ﷺ نے اپنی اُمت کو اِتحاد کے ایسے اصول دیے ہیں کہ ان کو اپنانے سے فروعی اختلافات کے باوجود بھی اُمت متحد رہ سکتی ہے لیکن بدقسمتی سے مختلف اوقات میں اُمت میں کچھ ایسے لوگ دَر آتے رہے جنہوں نے پیشوائی کے روپ میں ایسے انفرادی نظریات پیش کیے

ہیں اور اتحادِ مسلم کو ایسا پارہ پارہ کیا کہ اب ان بکھرے موتیوں کو چننا اور پھر ایک لڑی میں پرونا بہت مشکل لگ رہا ہے۔

ہمارے اسلاف میں بھی فروعی اختلاف رہا ہے لیکن کبھی کسی نے اپنی علمی تحقیق کو حرفِ آخر نہیں سمجھا بلکہ دوسرے کی تحقیق کے حق ہونے کے امکان کو بھی مدنظر رکھا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے دلوں میں کدورتیں، بغض اور ہتک آمیز رویوں جیسی برائیاں کبھی پیدا نہیں ہوئیں۔ آج ہم انہیں کی اقتدا اور غلامی کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ہمارے درمیان اس قدر اختلاف ہے کہ ہم عملاً اسلاف کے پیروکار نہیں رہے۔ ہم نے دوسرے نظریے کے لوگوں کو دوسری دنیا کے افراد سمجھ کر نفرتوں کا ایسا بیج دلوں میں بو دیا ہے کہ اب اس کی فصل تیار ہوگئی ہے اور پھر اس بیج کو نسل در نسل نہ صرف منتقل کیا جا رہا ہے بلکہ اس کی کئی اقسام ایجاد کر لی گئی ہیں۔ فروعی اختلافات کو ہم نے مستقل مذہب کی بنیاد بنا لیا ہے اور ظلم کی انتہا یہ ہے کہ یہ سب کچھ ثواب سمجھ کر کیا جا رہا ہے۔ فضولیت کو معقولیت کا نام دے دیا گیا ہے اور معیارِ عقل و خرد کو ہی بدل کر رکھ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قلوب و اذہان کی کج سمتی کو راہِ راست سے ہمکنار کرے۔

نقطۂ اتحاد

اسلامی مکاتب فکر میں جس چیز نے اختلاف میں شدت اور حدّت پیدا کی ہے وہ پیشوایانِ مذہب اور واجب التعظیم شخصیات کے بارے غیر مناسب، نامعقول، غیر محتاط اور تحریر و تقریر میں غیر سنجیدہ بلکہ بازاری اور غیر معتدل جملوں کا ناموزوں لہجے میں استعمال ہے۔ ایک قلمکار نیک نیتی کے باوجود مفہومِ بد کو متضمّن جملے لکھ بیٹھتا ہے۔ جب کوئی اہل علم اسے ناقدانہ نظر سے دیکھتا ہے تو اسے یہ جملے کفر نہیں تو قریب کفر ضرور نظر آتے ہیں۔ ہمارے ہاں کبھی بھی تقریر و تحریر کے قانونی و اخلاقی ضابطے رائج نہیں رہے، اس لیے ناقد شخص اس کا صرف یہ حل تلاش کرتا ہے کہ اصل مجرم کو وقوعِ جرم پر متنبہ کرنے، اس کے نتائج و عواقب سے آگاہ کرنے، اسے غور و فکر اور رجوع کی دعوت دینے، اس کی اصلاح کرنے اور اسے اخلاصِ نیت سے سمجھانے کے بجائے اس کے جواب میں ایک ایسی کتاب لکھ دیتا ہے جو تلوار سے زیادہ تیز زخم لگاتی ہے۔ اس کتاب میں موضوع زیر بحث کے علاوہ متعلقہ شخص کی ذات سے، اس کی ہر ہر صفت، ہر ہر عمل اور کردار کو یوں

نشانہ بنایا جاتا ہے کہ اسے انسانیت کے دائرے سے نکال کے ہی چھوڑا جاتا ہے۔

اب اس کے جواب الجواب کے طور پر پہلا شخص بجائے اپنی عبارت پر نظر ثانی کرنے کے (جو چند جملوں یا چند سطروں پر مشتمل ہوتی ہے) ایسی وضاحتی ضخیم کتاب لکھنا ضروری سمجھتا ہے جس کی زبان کم از کم مخالف کی زبان کو چیلنج کرتی ہو۔ جب یہ دونوں طرف کی کتب بازار میں آ کر جنسِ بازار بن جاتی ہیں، لوگ انہیں خریدنا شروع کر دیتے ہیں تو اس طرح گویا گھر بیٹھے بٹھائے ان دونوں کو ملازمت مل جاتی ہے۔ صرف ایک غیر ذمہ دارانہ سطر کے بدلنے میں پوری اُمت میں اضطراب واضطرار اور اختلاف و انتشار پھیلانے کی قیمت وصول کر لی جاتی ہے اور آخرت میں بلاحساب بخشے جانے کی امید اس کے علاوہ ہوتی ہے۔

دشمن نے تو صدیوں سے اربوں ڈالر خرچ کر کے وہ مقصد حاصل نہ کیا تھا جو اسے چند ٹکوں کے بدلے، چند دنوں میں مل گیا اور اس طرح ایک خود کار مشین تیار ہو گئی جس کا کام یہ ہے کہ اس کے ذریعے کلمہ گو مسلمانوں کو مشرک، کافر اور بدعتی ثابت کرنے والے پُرزے اور آلات گویا رات دن تیار ہو رہے ہیں۔ یوں کافر کو مسلمان بنانے کا عمل ختم ہوا اور مسلمان کو کافر بنانے کا عمل شروع ہو گیا۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اسلام کے لبادہ میں ملبوس اس اسلام دشمن فکر کے پیچھے وہی تحریک کارفرما ہے جس نے قرنِ اوّل ہی سے ایمان کی بنیادوں کو کمزور اور کھوکھلا کرنے کے لیے بہت سوچ و بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کہ ان کی تحریک کی بنیاد صرف اس پر ہو گی:

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا

روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو!

تحریک منافقین جس کا نام بعد میں تحریک استشراق رکھا گیا، اس کا ہر رکن خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی، اس کی فکر کج کا رُخ ذاتِ مصطفیٰ کریم ﷺ ہی کی طرف ہے اور اس کی یہ کوشش ہے کہ ایمان و عمل کی مضبوطی کی بنیاد یعنی محبت و عشق مصطفیٰ ﷺ کو ختم کرنے کے لیے اس ذات پاک کی عظمت وشان کو متنازع اور مختلف فیہ بنا کر آپ ﷺ کو عرش کی بلندیوں سے اُتار کر سطح زمین پر لا کھڑا کیا جائے تو محبتیں کم ہو جائیں گی کیونکہ محبت حسن و جمال، عظمت شان، انفرادیت

وامتیاز اور کمالِ صورت وسیرت کی متقاضی ہے جب ان چیزوں کی نفی ہوگی تو محبت بھی شباب کھو بیٹھے گی لیکن مرکز ومحورِ ایمان جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے استشراقی دشمنوں کو مفکرین اسلام اور غلامانِ رسولِ کریم ﷺ نے ہر رنگ، ہر روپ میں پہچان کر ان کے خود ساختہ علمی وفکری حجابات کو اتار کر، حقیقی جہالت وسفالت کو خوب واضح کر دیا ہے اور ہنوز اپنا فرضِ منصبی نبھا رہے ہیں۔

تحریک استشراق نے ہمیشہ مختلف طریقوں سے تنقیص رسالت کے لیے تقریر وتحریر کے ذریعے اپنے باطنی خبث کا اظہار کیا ہے لیکن اب کچھ عرصہ سے عیسائی تحریک ''شہداء'' جو قرطبہ سے شروع ہوئی تھی، نے ایک نیا رُخ اختیار کیا ہے اور شانِ سیّد الانبیاء ﷺ میں توہین آمیز خاکوں، فلموں اور دوسرے ذرائع سے گستاخی وبے ادبی کر کے پوری اُمت کو چیلنج کر دیا ہے اور عیسائی حکومتیں اپنے زیر اثر نفرتوں کی تشہیر کرنے والوں کی وکیل صفائی بن کر آزادیٔ اظہار کے نام پر ان کی ہر طرح سے مدد کر رہی ہیں اور اس طرح دنیا بھر کے امن وامان کو تہہ وبالا اور پامال کر کے اپنے نیو ورلڈ آرڈر کی تکمیل میں کوشاں ہیں۔

جبکہ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے 'وَ رَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ' کے وعدے کی تکمیل کے لیے کائنات بھر میں اپنے محبوب ﷺ کے نام لیواؤں اور غلاموں کو ہزاروں باہمی اختلافات، فرقہ واریت اور بظاہر مذہبی قتل وغارت گری کے باوجود محبت رسول ﷺ کے مضبوط نقطہ پر جمع فرما کر عملاً اُمت مسلمہ کے ٹوٹے اور بکھرے دلوں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے جو ایک لحاظ سے فضل خداوندی ہے تو دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کا زندہ معجزہ بھی ہے کہ ایک طویل عرصہ سے ایک دوسرے کو شرک وبدعت کا طعنہ دینے والے اور باہمی عداوتیں نفرتیں رکھنے والے کھلم کھلا یہ اعلان کر رہے ہیں کہ گستاخِ رسول چاہے کوئی ہو، اپنا یا بیگانہ، کافر ہو یا بظاہر مسلم، عالم ہو یا جاہل، واجب القتل ہے اور اس کو قتل کرنے والا مسلمانوں کا ہیرو اور سروں کا تاج ہے۔ اس طرح حالات نے مسلمانوں کو اس نقطہ پر جمع ہونے کا موقع فراہم کیا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تمام مکاتب فکر کے جید اور معتدل مزاج علماء کرام باہم مل بیٹھیں اور باضابطہ اس مرکزی اور مضبوط بنیاد پر ہمیشہ جمع رہنے

کے کچھ اصول وضوابط طے کریں اور ایسے اصول متعین کیے جائیں کہ جن کی روشنی میں انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ عظام، اہل بیت اطہار اور اولیاء کاملین کے بارے میں کسی بھی گفتگو کو پرکھا جا سکے کہ وہ ادب کے دائرے میں ہے یا ادب سے عاری ہے۔ ایسا نظام قائم کرنا وقت کی اشد ضرورت ہے۔ اب بھی اگر ایسا نہ کیا جاسکا تو یہ بڑی بدقسمتی ہوگی۔ دوسری طرف یہ اصول وضوابط اپنی اپنی حکومتوں سے بھی منظور کرائیں اور حکومتوں کو مجبور کریں کہ وہ ان اصول وضوابط کو اقوامِ متحدہ سے بھرپور تحریک کے ذریعے تسلیم کرائیں بصورت دیگر اس کے اجلاسوں کا بائیکاٹ کریں۔ اس کے ساتھ تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام یہ فیصلہ کریں کہ اپنی تقریروں اور تحریروں میں محبت وعشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسے موضوعات کو ترجیحی بنیادوں پر بیان کریں گے اور یوں اہانت وگستاخی رسالت کے عالمی ومہلک مرض کا علاج بالمحبّت کریں۔ مسلمانوں کے موجودہ افتراق وانتشار کو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واحد نقطے پر اتحاد کے ذریعے سے ہی ختم کیا جاسکتا ہے۔ ملّی اتحاد کے لیے جن بنیادی امور کی ضرورت ہے، اس حوالے سے چند تجاویز ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

1۔ اخلاص

اتفاق ہو یا اختلاف، اگر اس میں اخلاص کی دولت کارفرما ہو تو وہ بابرکت اور باعث رحمت ہوتا ہے۔ اگر اختلاف میں بھی اخلاص کا عنصر شامل ہو تو وہ یا تو جلد اتفاقی صورت حاصل کر کے ختم ہو جاتا ہے یا کم ہو کر ہمیشہ کے لیے فتنے اور فساد سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسلاف کے اختلاف کی بے شمار مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اصل خرابی عدمِ اخلاص کی وجہ سے جنم لیتی ہے اور لفظوں کا اختلاف دلی نفرت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْلف قُلُوْبُكُمْ“ اور دوسری جگہ فرمایا: ”لا تختلفوا فان من قبلكم اختلفوا فهلكوا“۔

2۔ معاہداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت

اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ اور مشرکین کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منفعت واشاعت دین کے لیے دُوررَس نتائج کے حامل معاہدات فرمائے اور ان کا نتیجہ بھی جلد یا بدیر سامنے آیا۔ معاہدہ حدیبیہ کے وقت بظاہر کڑی شرائط قبول کر لینے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے دُور اندیش مخلص

صحابی کو بھی اضطراب تھا اور بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اہل شرک کے ساتھ، جو معاہدے میں رسالت مآب ﷺ کے نام گرامی کے ساتھ لفظ 'رسول اللہ' کا لکھنا تک گوارہ نہیں کر سکتے، ان کی پسند کی شرائط کے ساتھ معاہدہ کرنا کیسے درست ہوسکتا ہے لیکن بعد میں ثابت ہو کہ یہی معاہدہ ترویج دین کے سلسلے میں انتہائی کارآمد ثابت ہوا۔

اگر ان معاہدات کی اشاعت کو توضیحی اور تشریحی نکات کے ساتھ شائع کیا جائے اور یہ درس دیا جائے کہ جب مشرکین کے ساتھ معاہدات کر کے تلوار کو نیام میں رکھا جا سکتا ہے تو مسلم مکاتب فکر کے مابین مصلحت دین کے لیے معاہدۂ عدم جارحیت کیوں نہیں ہوسکتا؟ اگر معاہدات نبویہ کو اس انداز سے نصابِ تعلیم میں شامل کیا جائے تو نئی نسل ایسے ماحول میں تربیت پائے گی کہ کچھ ہی عرصے کے بعد حالات میں خود بخود اعتدال پیدا ہونے کی اُمید کی جا سکتی ہے۔ اس طریق سے سنت نبویہ کا احیاء بھی ہوگا اور تبلیغ واشاعت دین کے کام میں بھی بہتری آئے گی اور برکاتِ اسلام ہر سرخ وسفید تک پہنچانے میں بھی آسانی پیدا ہوگی۔

3۔ اتفاق کی منظّم کوشش

ہمارے ہاں مناظر اہل سنت، مناظر اہل حدیث، مناظر دیوبند اور مناظر اہل تشیع تو پیدا ہوئے ہیں لیکن ایسے لوگ شاید ہی پائے جاتے ہوں جو عیسائیت، یہودیت، ہندومت، بدھ مت اور دیگر مذاہب عالم کے مذہبی پیشواؤں کو عقل ومنطق کے زور پر اسلام کا موقف منوانے میں کامیاب ہوتے رہے ہوں۔ ہمارے ہاں اپنے اپنے مسلک کی شخصیات کے ساتھ القاب تو بڑے بڑے لگائے جاتے ہیں لیکن عند اللہ کم ہی لوگ ایسے ہیں جو ان القابات کے حقیقی مستحق ہوتے ہیں عموماً ایسے مناظرے ہوتے ہیں جن کا مناظرے کے مقاصد کے ساتھ دور کا ہی تعلق ہوتا ہے۔ مناظر کے نام پر بے مقصد مباحث کو جو مجادلہ ومکابرہ کی تعریف کے ذیل میں آتے ہیں، مناظرے کا نام دیا جاتا ہے۔ ان مناظرانہ تقریروں اور تحریروں سے اختلاف میں تشدد کی راہ ہموار ہوئی ہے کیونکہ ان مباحث کا مقصد اِحقاقِ حق اور اِبطالِ باطل کم اور فریق مخالف کو لاجواب کرنا زیادہ ہوتا ہے۔ یہ بات اعتماد وثوق سے کی جا سکتی ہے کہ اگر ہر مکتب فکر کے جید علماء اخلاص کے ساتھ مل بیٹھیں اور اِتحادِ مکاتب کے موضوع پر غور وخوض فرمائیں، اختلاف میں

اعتدال کی راہ تلاش کریں تو یقیناً ایسی سبیل ضرور نکلے گی جو مختلف مسالک فکر کو مشترکات پر جمع کردے گی اور اختلافات میں بھی خلیج کو ختم کر کے تشدد کو بے جواز بنادے گی۔ اگر اختلاف کو ہوا دینے والے ہزاروں ہوں اور اتفاق کی راہ تلاش کرنے والا کوئی بھی نہ ہو تو اس منتشر اُمت کا بکھرا شیرازہ ایک لڑی میں کیسے پرویا جاسکے گا؟

4۔ حسن ظن

اس بات سے مفر نہیں ہے کہ متعدد اسلام دشمن ممالک کی ایجنسیاں پاکستان میں بالخصوص اور دیگر مسلم ممالک میں بالعموم قتل و غارت گری اور دہشت گردی کی کارروائیوں میں ملوث پائی گئی ہیں بلکہ دہشت گردی کے اکثر و بیشتر واقعات میں یہی خفیہ ہاتھ کارفرما ہوتے ہیں ۔بعض شدت پسند مسلکی تنظیموں میں پہلے تو اکا دکا غیر ملکی ایجنٹ پکڑا جاتا تھا لیکن اب صورت حال یہ کہ ایسی تنظیموں کی باگ ڈور مکمل طور پر را اور موساد جیسی دشمن ایجنسیوں کے ہاتھوں میں ہے جیسے تحریک طالبان پاکستان کی تمام تر کارروائیاں انہی غیر ملکی طاقتوں کی شہ پر عمل میں آتی ہیں لیکن ایسی تنظیموں کے ہم مسلک لوگ یا تو اپنی سادہ لوحی کی بنا پر یا پھر مسلکی عصبیت کی بنا پر ایسی تنظیموں کے لیے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ دل سے جانتے ہیں کہ ان کے ہم مسلک لوگوں کی یہ تنظیم غیر ملکی فنڈنگ سے چل رہی ہے۔ پاکستان گزشتہ کم وبیش تین دہائیوں سے ایران اور سعودی عرب وغیرہ کی پراکسی وار کا میدان بنا چلا آرہا ہے۔ ایک ملک یہاں شیعیت سے فروغ کے لیے کوشاں ہے اور دوسرا وہابی ازم کے فروغ کے لیے اربوں ریال خرچ کرتا چلا آیا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ان مسلمان ممالک کو اچھی طرح سمجھایا جائے کہ وہ پاکستان میں اسلام کے نام پر جو فرقہ واریت پھیلا رہے ہیں، اسے بند کریں اور اپنے وسائل کا رخ ان مشترکہ دشمنوں کی سازشوں سے مسلمانوں کو بچانے کی طرف موڑیں جو دنیا بھر میں اسلام کو بدنام کرنے کے لیے سرگرم ہیں۔ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ موجودہ دہشت گردی کے پیچھے انہیں طاقتوں کا ہاتھ ہے جو بظاہر دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑ رہی ہیں اور دنیا بھر میں جگہ جگہ کلمہ گو لوگوں کو تہہ تیغ کر رہی ہیں۔

5۔ اپنی بات کو حرفِ آخر نہ سمجھا جائے

ہمیشہ اختلاف ظنّیات میں ہوتا ہے قطعات میں نہیں ہوتا اور ظنیات میں کوئی بھی حل یقینی نہیں ہوتا بلکہ ظنی ہوتا ہے اور اس کی صحت اگرچہ راجح ہوتی ہے لیکن جانب مرجوع کی صحت کا امکان واحتمال بھی ہوتا ہے۔ مجتہد ومستنبط خاطی بھی ہوسکتا ہے اور مصیب بھی۔ مسائل کے حل کے لیے اخلاص سے جدوجہد کرنے والا کبھی اجر سے محروم نہیں رہتا جیسا کہ حدیث پاک اس پر شاہد ہے: اذا حکم الحاکم فاجتهد ثم اصاب فله اجران و اذا حکم فاجتهد ثم اخطا فله اجر

صحابہ کرام علیہم الرضوان اوران کے بعد مجتہدین کا طرز فکر و عمل یہی رہا ہے کہ وہ اپنی تحقیق کو صحیح اور دوسرے نقطۂ نظر کو غیر صواب سمجھتے تھے لیکن اپنی تحقیق میں غلطی اور دوسرے مجتہد کی تحقیق میں صحت کے امکان کو بھی ردّ نہیں فرماتے تھے۔ آج ہم بھی مسلکی اختلافات میں یہی روش اپنائیں تو امر ہمیں راہ اعتدال کے قریب ہوگا۔ ظنیات میں اپنی تحقیق کو حرف آخر سمجھنا، اسے قطعیات میں داخل کرنے کے مترادف ہے اور یہ راہِ اعتدال نہیں ہے بلکہ راہ حق سے عدول ہے۔

6۔ دو مختلف نظریات کا قابل قبول ہونا

بعض مسائل میں اختلاف صرف افضلیت و اولیت پر ہوتا ہے۔ ایسے اختلاف کو ہوا دینے اور صرف اپنے ہی نظریے کو بیان کرنے کے بجائے دونوں نقطہ ہائے نظر کی صحت کو بیان کیا جائے اور افضلیت پر دلائل دینے کے بعد یہ کہہ دیا جائے کہ میری یا میرے اسلاف کی تحقیق یہی ہے، واللّٰہ ورسولہ اعلم۔ تو بہت سارے مسائل اختلافی ہونے کے باوجود کدورتوں کے ماحول سے دور رہیں گے۔

یہ تو افضلیت کی بات ہے، اگر کسی ایک مسئلہ میں اختلاف ہو اور ان میں سے صرف ایک ہی نظریہ حقیقتاً صحیح ہو لیکن جانبین نے اخلاص وللّٰہیت سے اجتہاد کیا ہو تو وہ دونوں نظریے اور ان پر عمل خود شارع کو قابل قبول ہے۔ غزوۂ احزاب کا واقعہ اس امر پر شاہد ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: ”لا یصلی احد کم العصر الا فی بنی قریظة“ کہ تم سے کوئی بھی نماز عصر بنو قریظہ تک پہنچنے سے پہلے نہ پڑھے۔ اب بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے وقت عصر ہونے پر

راستے میں نماز ادا فرمائی اور بعض نے وقت کا خیال نہ رکھا اور بنی قریظہ کے پاس پہنچ کر ہی نماز پڑھی اور پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے کسی کو بھی نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم نہ فرمایا، حالانکہ ان دونوں میں سے ایک فریق کا موقف ہی درست تھا لیکن ان دونوں نے اخلاص وصفائے قلب سے اجتہاد کیا اور اپنے اس اجتہاد کو درست سمجھتے ہوئے اس پر عمل کیا تو دونوں کا عمل قبول فرما لیا گیا۔ اس کا معنی یہ ہے کہ جب دو مجتہد کسی مسئلہ میں اجتہاد کرتے ہیں اور ان میں سے ایک صواب پر دوسرا خطا پر ہوتا ہے تو صواب پر ہونے والے کو دوگنا ثواب ملتا ہے اور خطا پر ہونے والے کو صرف ایک نیکی کا ثواب ہوتا ہے۔ لیکن اس جگہ وضاحت طلب امر یہ ہے کہ جو خاطی ہے اور اپنی خطا پر مطلع نہیں ہوا، ساری زندگی اس پر عمل پیرا رہا، اس کی اشاعت کی اور اس کے متبعین بھی اسی پر عمل کرتے رہے تو کیا قیامت کو وہ زیرِ عتاب وعقاب ہوگا؟ اس کا عمل مردود ہوگا؟ کیا اسے اس وجہ سے جہنم رسید کیا جائے گا؟ کیا اس سے اس پر مواخذ ہوگا؟ احادیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُس خاطی اور متبعین کا عمل قابل قبول ہوگا جس نے اخلاص سے اجتہاد کیا بزعم خود اس کا اجتہاد درست تھا لیکن حقیقت میں درست نہ تھا، اگرچہ افضلیت واولیت دوسرے فریق کو حاصل ہوگی لیکن عمل اس کا بھی رائیگاں نہیں جائے گا۔

7۔ انتخابِ الفاظ

تقریر وتحریر میں محتاط، منتخب، سنجیدہ اور متین الفاظ کے استعمال کو یقینی بنانا چاہیے کیونکہ اچھے یا بُرے اثرات الفاظ سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور پھر بات کرنے کا لہجہ اور انداز بھی اس میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ تصنیف وتالیف اور تقریر وبیان میں چبھتے، نوکیلے، غصیلے اور زہر آلودہ الفاظ کا استعمال ماحول کو مکدر کر دیتا ہے۔ مسلکی اختلافات کی پرورش ایسے ہی غیر ذمہ دارانہ طرزِ تکلم سے ہوتی ہے۔ میدانِ مناظرہ میں 'ھل من مبارز؟' کی صدا ماحول کو گرم رکھنے میں اپنا منطقی کردار ادا کرتی ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ جراحات السنان لھا التیام : ولا یلتام ما جرح اللسان تیر وسنان کے زخم مندمل ہو جاتے ہیں لیکن زبان کے زخم مندمل نہیں ہوتے۔ اس لیے لوگوں کو ذمہ دارانہ طرزِ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ اپنے خطبات وبیانات میں ایسے طرزِ تخاطب اور ایسے الفاظ کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے جس سے دوسروں کی دل آزاری ہو۔ ہماری مسلکی

تقریروں کا یہ المیہ ہے کہ ان کا واحد مقصد فریق دوم کی عزت اور نظریہ و موقف کے پرخچے اڑانا ہوتا ہے۔ اس کے بجائے اگر اخلاص، محبت اور دل سوزی کے ساتھ دعوت غور وفکر دی جائے اور دلجوئی کا طرزِ عمل اختیار کیا جائے تو اس قدر نفرت آگیں ماحول پروان نہ چڑھے۔

8۔ متنازع عبارات کا حذف

اگر پوری دیانتداری اور گہرائی سے جائزہ لیا جائے تو یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ چند عبارات ایسی ہیں جن کی وجہ سے مسالک میں کشیدگی اور کشمکش پائی جاتی ہے اور انہیں غیر محتاط عبارات کے اختلاف کی وجہ سے دوسرے اختلافی مسائل میں بھی شدت آگئی ہے ان عبارات کے لکھاری اور ان کے پیروکار انہیں بنیادِ اسلام کا درجہ دیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ان کو حذف کردیا گیا تو قصرِ دین دھڑام سے گر جائے گا اور تبدیل کرنے سے بھی گویا اسلام کی عمارت کھوکھلی ہوجائے گی جبکہ دوسرا فریق ان عبارات کو کفر تمام کہتا ہے۔ اس پر مزید ظلم یہ ہے کہ ان عبارات کو جو چند سطروں پر مشتمل ہیں، حذف کرنا گوارہ نہیں کیا گیا اور اس کی تاویل میں کئی ضخیم کتب لکھ کر اُمت کے اتحاد کو آگ لگانے کی مستقل کوشش کی گئی ہے۔

اگر ان عباراتِ مختلفہ کو دیکھا جائے تو ان کی زد میں کوئی عام انسان، عالم فقیہ اور مجتہد نہیں آرہا بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام حتیٰ کہ امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات بھی آتی ہے۔ کوئی غیر جانبدار ترین شخص بھی ان عبارات کو پڑھے تو اس کا کلیجہ منہ کو آئے گا کہ ایک طرف تو ان ذواتِ قدسیہ پر مرمٹنے کی قسمیں کھائی جاتی ہیں اور ناموس کے تحفظ کی تحریکیں چلائی جاتی ہیں کہ جن کی ہلکی سی بے ادبی کو بدترین کفر اور بے ادبی کو ناقابل معافی جرم قرار دیا جاتا ہے مگر دوسری طرف اپنے ہی بزرگوں سے سرزد ہونے والے غیر محتاط الفاظ کو قرآن کا درجہ دے کر بہرصورت ہوبہو برقرار رکھنے اور انہیں سچ ثابت کرنے کے لیے ہر طرح کی قیمت ادا کرنے کا عزم کیا جاتا ہے اور اس طرح ایک طرف اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عامی انسان تو دوسری طرف اس متنازعہ عبارت کے محرر کو منصب نبوت کے برابر لا کھڑا کیا جاتا ہے۔ یہ کس قدر افسوس ناک پہلو ہے۔

اس لیے اگر ان چند عباراتِ مختلفہ کو کتب سے نکال دیا جائے تو جہاں ان انبیائے کرام اور اولیائے عظام جیسے نفوسِ طیبہ کے ساتھ ایمانی وابستگی مضبوط ہوگی وہاں اس امر کی

برکت سے اتحادِ اُمت کی راہ بھی ہموار ہوگی۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ان عبارات مختلفہ قبیحہ کو حذف کر کے یہ ثابت کیا جائے کہ ہم کسی شخصیت کو محض اس کی علمیت اور دنیوی یا خونی رشتے کی بنیاد پر نہیں مانتے۔ ہم کسی کو صرف اس صورت میں مانتے ہیں کہ جب وہ منصب رسالت و نبوت اور مقام محبوبیت الٰہیہ کے ادب و احترام، تعظیم و توقیر اور تحریم و تکریم کے ہر تقاضے کو پورا کرنا اپنے ایمان کی روح سمجھتا ہو۔

9۔ بالمشافہ بحث

کوئی ایسی بات جو کسی تصنیف، تالیف یا خطبے میں آجائے اور دوسرے صاحب علم و دانش کے نزدیک درست نہ ہو تو اس کا صرف یہ حل نہیں کہ اس کے خلاف اس جیسی کتاب لکھ کر جواب دیا جائے یا کسی عوامی اجتماع میں شعلہ لسانی سے ہی اس کا جواب دیا جائے۔ اس طرزِ عمل سے کبھی بھی نظریات کو درست سمت نہیں ملی اور نہ مل سکتی ہے۔ یہ طریق اصلاحی نہیں، فسادی ہے۔ اس طریقے سے آج تک کسی کو قائل نہیں کیا جا سکا۔

اس صورت حال کا مفید اور مثبت طریق یہ ہے کہ جس صاحب سے اختلاف ہو اس سے بالمشافہ اور انفرادی ملاقات کر کے مختلف فیہ مسئلہ پر اچھے خوشگوار علمی ماحول میں تبادلہ خیال کیا جائے اور مخاصمانہ طرزِ تکلم اختیار کرنے کے بجائے محبت و الفت سے بھرپور نرم گفتار رویہ اپنایا جائے۔ الفاظ کو سنجیدہ رکھا جائے اور دلائل کا اخلاص و دیانت داری سے جائزہ لیا جائے اور جو حل حقیقت پر مبنی ہو اس کو خندہ پیشانی سے قبول کرنے میں عار نہ محسوس کی جائے۔ اگر ایک ملاقات میں کسی نتیجہ پر پہنچنا مشکل ہو تو ملاقاتوں کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک کسی نقطہ پر اتفاق نہ ہو جائے لیکن یہ ساری کوشش حق کو پانے کی ہو صرف دوسرے کو منانے کی نہ ہو۔

اس دوران کسی دوسرے فرد کو مطلع کرنا، بحث کو ریکارڈ کرنا، اپنی فوقیت اور دوسرے کے ضعف کا اعلان کرنا۔ یہ ساری چیزیں عدمِ اخلاص، بد دیانتی اور سستی شہرت حاصل کرنے کی تمنائے محض کے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم نہیں رکھتیں۔ اس لیے ان اُمور سے بچ کر صرف اللہ تعالیٰ اور کراماً کاتبین کے ریکارڈ پر بھروسہ کرتے ہوئے، اپنی جدوجہد کو جاری رکھنا ہی دارَین میں حصولِ سعادت کا ذریعہ سمجھا جائے۔

10۔ فریق مخالفت کے نظریے کی تحقیق

سنی سنائی بات پر اختلاف کی بنیاد رکھنا ظلم اور حق سے بغاوت کے مترادف ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو (بلاتحقیق آگے) بیان کردے''۔ ہمارے ہاں بہت سارے اختلافات کی بنیاد ایسے مسائل پر ہے جن کی کوئی ٹھوس بنیاد ہی نہیں ہے۔ ظلم کی انتہا تو یہ ہے کہ آج کل موبائل ایس ایم ایس اور سوشل میڈیا کے ذریعے ایسے ایسے شوشے چھوڑے جاتے ہیں کہ ان کا حقیقت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہوتا لیکن سننے اور پڑھنے والے انہیں سچ سمجھ بیٹھے ہیں۔

اگر ایسے ذرائع سے ملے والی خبروں پر اعتماد کیا جائے تو پھر معاشرے کو اختلاف کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس لیے اگر اختلافی نظریات کا پوری دیانت داری سے جائزہ لیا جائے تو اختلافی مسائل کی فہرست میں اختصار آسکتا ہے۔ لیکن بعض غیر ذمہ دار اور لچھے دار مقررین چھوٹی سی بات کو ایسا مزین و آراستہ کر کے پیش کرتے ہیں کہ حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔ اشاعت نفرت کے لیے کذب بیانی کو بھی جواز کے فتوے تحفظ فراہم کرتے ہوں تو اس عمل کو نہ معلوم کس چیز کا نام دیا جائے گا لیکن بہر حال عملاً ایسا ہی ہو رہا ہے۔ کس قدر افسوس ناک صورت حال ہے کہ لوگ مغلظات پر معذرت خواہی کے بجائے اس کے جواز پر دلائل دیتے نظر آرہے ہیں۔

11۔ کسی مسلک کا مختلف فیہ مسئلہ

کبھی ایک مسئلہ کسی مسلک کے علماء میں ہی مختلف فیہ اور متنازعہ ہوتا ہے تو اسے فریق مخالف پورے مسلک کی طرف منسوب نہ کرے بلکہ اسے صرف اسی عالم کا نظریہ قرار دے جس نے اسے پیش کیا ہے۔ اس طرح کرنے سے کئی مسائل سے اختلاف کا حجاب اُٹھ جائے گا مثلاً اولیاء اللہ کی قبور کو بوسہ دینا اہل سنت بریلوی کے علماء میں بھی مختلف فیہ ہے۔ بعض اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض عدمِ جواز کے۔ ایسے ہی دیوبند مکتبہ فکر کے علماء میں بعض حیات النبی ﷺ بعد از وصال کے قائل ہیں اور بعض مخالف۔ قائلین کو حیاتی اور منکرین کو مماتی کہا جاتا ہے۔

12۔ اِلزام کے عدمِ قبول کی صورت میں محتاط رویے کی ضرورت

اگر ایک مسلک کوئی الزام قبول نہ کرے تو دوسرا بہرصورت اس کے سر تھوپنے کی کوشش نہ کرے۔ اس سے آہستہ آہستہ اختلافی مسئلہ ختم ہو جاتا ہے اور اگر الزام کو زبردستی ثابت کرنے کی کوشش جاری رکھی جائے تو دوسرا فریق بھی مجبوراً اسے قبول کر کے جواب دینے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اس طرح خواہ مخواہ فتنہ وفساد کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ یہاں پر ایک شبہ سر اٹھا سکتا ہے کہ ایک بات کسی مکتب فکر کے بانی مفکرین کی کتب میں موجود ہوتی ہے لیکن اس کے متبعین اس کی تاویلات کرتے ہیں اور اس سے ظاہراً اخذ ہونے والے مفہوم کو اپنا نظریہ قرار نہیں دیتے تو اس کا کیا کیا جائے؟

اس کا سیدھا سادہ حل یہ ہے کہ ایسی صورت میں اس کا معنی یہ سمجھ لیا جائے کہ اس مکتب فکر نے متنازع نظریہ یا عبارت سے رجوع کر لیا ہے۔ اگرچہ رجوع کی کئی صورتیں ہیں جن کی تقسیم مسئلہ اور اس کے اظہار کی نوعیت کو سامنے رکھ کر کی جاتی ہے 'الضرورات تبیح المحظورات' کے پیش نظر اس عملی صورت کو قبول کر کے اتحادِ امت کے وسیع تر مفاد کے اہم مقصد کے حصول کو قریب تر کر دیا جائے تو یہ عمل بہت ہی مناسب ہوگا اور اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ نظریہ پورے مسلک کا نمائندہ نہیں ہے، تبھی تو اس کی تاویلات اور انکار کا راستہ اپنایا گیا ہے تو بھی اختلاف کا دائرہ محدود ہو سکتا ہے۔ لیکن بہتر طریق یہی ہے کہ تحریراً ایسے نظریے سے براءت کا اظہار کر دیا جائے یا اصل کتاب میں متنازعہ مقام کے بعد بریکٹ میں یہ لکھ دیا جائے کہ یہ عبارت مصنف کی طرف منسوب ہے اور متنازعہ ہے جسے اس کے پیروکاروں یا متأخرین نے قبول نہیں کیا، اس لیے اس جگہ یہ ترمیم کی جاتی ہے اور اس کے بعد صحیح عبارت لکھ کر اختلاف کی تکفین وتدفین کر دینا وقت کی سخت ضرورت ہے۔

13۔ جہلاء کے عمل کو مسلک کا نام نہ دیا جائے

کسی بھی مسلک کی کمزوریوں کو تلاش کرنے کی تگ ودو میں رہنا تاکہ مخالفت کی آگ کو روشن کر کے پوری اُمت کو اس میں جھلسایا جائے، اس کے لیے اس مسلک سے منسوب جہلاء کے عمل کو بنیاد بنا کر فریق مخالف کو بھرے مجمع میں للکارنا اور اپنی تصانیف میں اس پر زہریلے جملے

کسنا، حق کا خون بھی ہے اور فساد و فتنہ کی اشاعت کا جنون بھی۔ جہلاء تو کـالانعـام ہوتے ہیں، خواہ کسی بھی مسلک سے ہوں۔ ان کا کوئی بھی مسلک نہیں ہوتا، یہ لامسلک ہوتے ہیں بلکہ جہالت ہی ان کا مسلک ہوتا ہے۔ اس لیے جہلاء کے کسی عمل کو بنیاد بنا کر اپنی پیاس نہیں بجھانا چاہیے۔ اس عملی بے راہروی کا الزام کسی دوسرے مسلک پر لگا کر خود بے راہرو ہونے کے بجائے عوام کا اعتقادی و عملی قبلہ صحیح کرنے کی مخلصانہ سعی کرنی چاہیے اور انہیں یہ بتانا چاہیے کہ ان کا یہ عمل اس عقیدہ میں بھی درست نہیں جس کے ساتھ انہیں وابستگی کا دعویٰ ہے۔ لیکن ہمارے ہر مسلک کے متشدد واعظین، جہلا کی جاہلانہ حرکات کو زبردستی دوسرے مسلک کا حصہ بنا کر دیانت کا خون کرتے ہیں۔ یہ اخلاص نہیں فکر کا افلاس ہے۔

14۔ عبادت گاہوں کا احترام

شریعت اسلامیہ میں حالت جنگ و حرب میں بھی عمارات کو گرانا اور غیر مسلموں کے معبد خانوں میں پناہ گزیں افراد اور مصروفِ عبادت لوگوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے جو عملاً جنگ میں شریک نہیں ہیں۔ ایسے ہی بچوں، معذوروں اور عورتوں کو قتل کرنے سے روکا گیا ہے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حالت امن میں جنگ سے بھی زیادہ سخت اور خطرناک اقدام کرتے ہوئے مساجد و امام بارگاہوں اور اہل اللہ کے مزارات وغیرہ کو گرانا کیسے جائز ہے؟ کیا یہ اسلامی تعلیمات کی مخالفت اور انتشار و افتراق کا باعث نہیں ہے؟ کیا یہ مذموم امر کسی طور پر بھی ثواب گردانا جا سکتا ہے؟ قرآن حکیم میں مساجد کے نظامِ عبادت میں خلل ڈالنا ظلم عظیم قرار دیا گیا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰی فِیْ خَرَابِهَا

نظریاتی و مذہبی اختلاف کو بنیاد بنا کر قتل و غارت گری، مساجد و امام بارگاہوں کا انہدام عوامی عمارات کو نقصان پہنچانا اور ساتھ ساتھ ایسے افراد کا قتل جو عبادتِ الٰہی میں مصروف ہوں کس قدر برا اور قابل مذمت ہے۔ اگرچہ ایسی کارروائیاں اکثر ہمارا دشمن ہی کرتا ہے لیکن اس کو بنیاد ہم خود فراہم کرتے ہیں اور راستہ بھی ہم خود صاف کرتے ہیں۔ اسلام میں تو حالت جنگ میں بھی غیر مسلموں کے بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور مذہبی راہنماؤں کو قتل کرنا ممنوع و مذموم ہے۔ دوسری طرف مسلمان ملک میں مسلمانوں کی عبادت گاہوں میں بچے، بوڑھے اور مذہبی راہنما اور نمازی

قتل ہوجاتے ہیں، یہ کس قدر باعث تشویش ہے؟

15۔ تبادلۂ تحائف و نجی ملاقاتوں کا اہتمام

مختلف مسالک کے بعض کم علم اور متشدد لوگ باہم ملاقات اور سلام و دعا کو بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔ اپنی خوشی و غمی کی تقریبات میں کسی دنیادار، راشی اور سود خور کو تو بلا لیتے ہیں لیکن اگر پڑوس میں دوسرے مکتب فکر کا کوئی جید عالم دین رہتا ہو تو اسے بلانا اپنے مسلک سے غداری کے مترادف خیال کرتے ہیں۔ اگر کوئی بلانے کی جسارت کرلے تو دوسرا فریق شرکت کو شرک کے مساوی سمجھ کر نہ جانا ہی باعث تقویت ایمان گردانتا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تبادلہ تحائف سے محبت و مودّت میں اضافہ ہوتا ہے اور بہت سے اختلافات ختم ہوتے ہیں، اتفاق بڑھتا ہے۔

16۔ انٹرنیٹ کا میدان جنگ

آج کل انٹرنیٹ خصوصاً سماجی رابطوں کی سائٹس اور موبائل فون ایپس اختلافات کو ہوا دینے میں بہت بُرا کردار ادا کررہے ہیں۔ ہر مسلک کے متشدد اور کم علم و کج فہم لوگ دوسرے مسالک کے خلاف ایسے وڈیو کلپس دکھا رہے ہیں کہ ایک طرف غیر مسلم، اسلام سے مزید متنفر ہورہے ہیں اور دوسری طرف عام مسلمان علماء اور دینی مراکز کے بارے میں متزلزل ہورہے ہیں۔ اس عمل سے مسلمانوں کی کیا اصلاح ہوگی؟ اس طرز عمل سے غیر مسلموں، اسلام بیزار ملحدوں اور لبرل لوگوں کو اسلام پر اعتراضات کرنے اور اسے بدنام کرنے کے لیے وافر مواد میسر آرہا ہے۔ اس سے ترویج دین سے نام پر تخریب دین کے نہایت گھناؤنے اور شرم ناک فعل کا مسلسل ارتکاب ہورہا ہے۔ اسلام دوستی کے نام پر اسلام دشمنی ہورہی ہے۔ ہر گھر میں اسلام دشمنی کی تحریک کے اثراتِ بد ہمارے اپنے عمل سے پھیل رہے ہیں۔ ایک سازش کے تحت پہلے ہی علماء اور عوام کے درمیان دیوار حائل کردی گئی ہے۔ جو کسر باقی رہ گئی تھی وہ علماء کے یہ عاقبت نااندیش اور نادان پیروکار پوری کررہے ہیں۔ اس لیے تمام مکاتب فکر کو مل بیٹھ کر اپنے اپنے مسالک کو بچانے کی فکر کے بجائے پورے اسلام کو بدنام ہونے سے بچانے کی فوری تدبیر کرنی چاہیے اور اس کے لیے

ضابطہ اخلاق وضع کرنا چاہیے۔

17۔ لادین عناصر کی سازش کا اِدراک

دشمنانِ اسلام ہمیشہ سے اسلام کو کمزور کرنے کے لیے مختلف سازشیں کرتے رہے ہیں ممالک اسلامیہ کو لڑانا، باہمی اختلافات کو ہوا دینا، خود قتل و غارت گری کر کے مذہبی جماعتوں کے سر تھوپنا اور اختلافی مسائل کو بیہودہ اور اشتعال انگیز الفاظ میں بیان کر کے فرضی ناموں سے شائع کرانا وغیرہ ان کے طریقے رہے ہیں۔ اس لیے مذہبی راہنماؤں کو ان عناصر کی تخریبی کارروائیوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ ذیل کا اقتباس خلاصۃً پڑھیے اور اندازہ کیجیے کہ دشمن کیسے منظّم طریقے سے سازش کرتا ہے:

> برزنسکی نے 3 جولائی 1979ء کو انکشاف کیا کہ جمی کارٹر نے اس مقصد (انتہا پسند رجحانات کو فروغ دینا) کے لیے پانچ سو ملین ڈالرز کا ایک خفیہ فنڈ منظور کیا اور اسے کانگرس سے بھی خفیہ رکھا گیا اور جان پلکر کے بقول اس فنڈ کا مقصد ایک ایسی عالمی دہشت گرد تحریک کا قیام عمل میں لانا تھا جو وسط ایشیا میں روسی حکومت کو ختم کرنے کے لیے اسلامی بنیاد پرستی کو فروغ دے۔

اس سازش سے جو عقدے وا ہوئے ہیں، اس پر تبصرے کی ضرورت نہیں ہے۔ دہشت گردی کے لیے بنیاد پرستی اور انتہا پسندی کو فروغ دینا، پھر اس کے ذریعے دہرے فوائد حاصل کرنا مسلمانوں کو مسلمانوں سے مروانا، اپنے ایک دشمن کو دوسرے دشمن سے مروانا اور پھر اسی لڑائی کے بہانے دونوں کو مارنا وغیرہ۔ یہ سب کچھ پوری دنیا میں امریکہ اور اس کے تحادی کر وا رہے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ہمارے بعض عاقبت نا اندیش مفکرین اغیار کے اشاروں پر ناچتے ہیں اور اپنے ہی دینی بھائیوں کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیتے ہیں جس سے اس چالاک دشمن کو مزید کارروائی کا بہانہ مل جاتا ہے۔ اس لیے ان سازشوں کا گہری نظر سے اِدراک کرنا چاہیے۔

18۔ حکومتی پالیسی میں ترمیم کی ضرورت

جن اسلامی ممالک میں مساجد، مدارس یا مذہبی راہنماؤں پر حملے ہو رہے ہیں ان میں

عموماً مجرم پکڑے نہیں جاتے کیونکہ پولیس کو ان مجرموں کے سرپرستوں سے اپنی جان اور ملازمت کا خطرہ ہوتا ہے۔ لیکن بعض کارروائیوں میں دہشت گردی کے مرتکب کچھ افراد گرفتار ہو بھی جاتے ہیں اور ایسی صورت حال میں بھی نہ تو ان کے کوائف سے عوام کو باخبر رکھا جاتا ہے اور نہ ہی ان سے متعلق کارروائی سامنے لائی جاتی ہے۔ حالانکہ ان کے مقدمات کی سماعت کھلی عدالت میں ہونی چاہیے تاکہ اصل حقائق سامنے آئیں اور سب کو علم ہو کہ یہ لوگ کون تھے۔ ان کے پیچھے کون تھا اور کارروائی کے مقاصد کیا تھے؟ کتنے واقعات میں مذہبی عناصر ملوث تھے اور کتنے واقعات کے پیچھے غیر ملکی ایجنسیاں خفیہ طور پر مکروہ مقاصد کے حصول میں سرگرم تھیں۔ اگر کسی مذہبی مقام یا شخصیت پر کوئی حملہ ہو جائے تو میڈیا کی طرف سے اسے فرقہ واریت کے عفریت کا حملہ قرار دے کر دینی و مذہبی جماعتوں کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا شروع کر دیا جاتا ہے تاکہ اصل طاقت کے چہرے سے نقاب نہ اترنے پائے اس لیے حکومت کا چاہیے کہ جب کسی ایسی ناپسند کارروائی میں مجرم گرفتار ہوں تو ان کے خلاف ہونے والی ساری تحقیق کو منظر عام پر لایا جائے۔

19۔ ذرائع اِبلاغ کی اصلاح کی ضرورت

جب بھی دہشت گردی کا کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے تو ہمارا مادر پدر آزاد میڈیا اپنے مغربی آقاؤں کی زبان بولنے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ ذرائع ابلاغ اور مغربی فکر سے متاثر مبصرین اسے فرقہ واریت، مذہبی انتہاپسندی اور مسالک کی باہمی کشمکش کا نتیجہ قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ طرز تبصرہ فی نفسہٖ انتہاپسندی، مذہب سے دشمنی، اختلافات کو ہوا دینے اور بلاتحقیق کوئی نتیجہ بیان کرنے کی مذموم حرکت ہوتی ہے۔ جب تک کوئی تحقیقی اور حتمی نتیجہ سامنے نہ آئے کسی بھی واقعے کو نہ ذاتی عداوت کہا جاسکتا ہے نہ سیاسی دشمنی کا نتیجہ اور نہ ہی مذہبی انتہاپسندی کی کارروائی۔ ایسے تبصروں سے اصل دشمن چھپ جاتے ہیں، پولیس انتظامیہ غلط بنیادوں پر تحقیق شروع کر دیتی ہے اس لیے ہمارے میڈیا کو ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے اور ایسے مبصرین کی حوصلہ شکنی کرنا چاہیے جو اتحاد کی راہ ہموار کرنے کے بجائے اسے مزید پیچیدہ کر رہے ہیں۔

20۔ نشرواشاعت کمیٹیوں کا قیام

ہر مکتب فکر میں لاتعداد غیر ذمہ داری لکھاری آئے روز سامنے آتے رہے ہیں جن کی

تصانیف ہی زیادہ تر اختلافات کا ذریعہ بنتی ہیں۔ جب ایک غیر مصدقہ، قابل اعتراض اور غیر سنجیدہ تصنیف اور پھر اس کا جواب بھی بازار میں آجائے تو اس کو ختم کرنا بہت ہی مشکل ہوجاتا ہے اس کا حل یہ ہے کہ ہر مسلک کی مستند علماء پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جائے جو پورے مسلک کی نمائندہ ہو اور اس کی ذمہ داری ہو کہ وہ اپنے مسلک کی ہر کتاب کا اس کی اشاعت سے پہلے بغور جائزہ لے اگر یہ کتاب اس مسلک کی صحیح نمائندگی کرتی ہو، سنجیدہ اور محتاط عبارات سے مزین ہو تو اس کمیٹی کے تحریری اجازت نامے سے اسے منظر عام پر لایا جائے بصورت دیگر حکومت کسی بھی کتاب کے چھپنے پر مکمل پابندی عائد کردے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ایک طرف تو اختلافات کی سطح کم ہوگی اور دوسری طرف معیاری کتب ہی زیورِ طبع سے آراستہ ہوں گی۔ غیر معیاری کتب کا خاتمہ ہوگا اور تحقیق و جستجو کا راستہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا۔

21۔ تمام مسالک کی نمائندہ کمیٹی کا قیام

ہر مسلک کی نمائندہ کمیٹی سے دو دو ارکان لے کر ایک مشترکہ کمیٹی تشکیل دی جائے جس کا کام اختلافی مسائل پر تبادلہ خیالات کرنا اور اتفاق رائے سے راہ اعتدال تلاش کرنا ہو۔ اگر کوئی نقطۂ اتحاد پیدا ہوجائے یا ایسی صورت جو اتحاد کے قریب ہو اور اس میں شدت و تلخی نہ ہو تو اسے متفقہ فیصلے سے شائع کردیا جائے ورنہ اپنی بحث کو خفیہ رکھتے ہوئے مزید غور و خوض جاری رکھا جائے تاوقتیکہ کوئی مناسب صورت حال پیدا ہوجائے۔ عوام کو صرف کمیٹی کے متفقہ فیصلوں سے ہی آگاہ کیا جائے اور اندرونی کارروائی کو تقریراً تحریراً اشارۃً کنایۃً کسی جگہ ظاہر نہ کیا جائے۔

کھلے عام مناظروں پر پابندی لگادی جائے۔ صرف بند کمرے میں اور مشترکہ کمیٹی کے سامنے ہی اپنے خیالات و دلائل کے تبادلے کی اجازت ہو اور پھر کمیٹی اگر مناسب سمجھے تو ان دلائل کا جائزہ لے کر معتدل اور مبنی برحق فیصلہ کرے اور اس کی اشاعت کی اجازت دے لیکن یہ صرف اس صورت میں ہو کہ جب تمام ارکان اس پر متفق ہوں۔

دنیا میں دجالیت کا نیا معاشی نظام ''بٹ کوائن کرپٹو کرنسی''
واحد دجالی معاشی نظام میں دنیا کو جکڑنے کا منصوبہ

تجزیہ: انیس الرحمن

(بشکریہ ہفت روزہ ندائے ملت لاہور 22 فروری تا 28 فروری)

دنیا تغیرات کے دھانے پر آن کھڑی ہوئی ہے۔ سیاسی اور معاشرتی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ دنیا کے موسموں کو جنگی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی خاطر ان کا کنٹرول بھی حاصل کیا گیا اور اب عالمی معاشی تغیر کا مرحلہ شروع ہو چکا ہے۔ بٹ کوائن (BITCOIN) کرپٹو کرنسی کی شکل میں دنیا میں نئے دجالی معاشی نظام کی ابتدا کر دی گئی ہے۔ اس وقت اس نئی کرنسی پر بینکوں کا کنٹرول نہیں ہے لیکن آگے جا کر اس کا کنٹرول دنیا بھر کو مانیٹر کرنے والے مرکزی ''یروشلم بینک'' کے پاس ہوگا جہاں سے پل بھر میں دنیا کی قوموں کو امیر یا غریب بنایا جا سکے گا۔ اس وقت تو یہ مشکل نظر آ رہا ہے لیکن جلد ہی دنیا اس کی حقیقت جان لے گی۔

آج سے ایک صدی قبل بھی ایسا ہی تغیر عمل میں آیا تھا جب سونے چاندی کے سکوں کی جگہ کاغذ کی فراڈ کرنسی متعارف کرادی گئی تھی 1928ء میں پہلا گولڈ اور سلور اسٹینڈرڈ ڈالر متعارف کرایا گیا جو کاغذ کی شکل میں تھا اس دوران عام امریکی عوام کے لیے سونے اور چاندی کی دھات یا ان کے سکے بطور کرنسی استعمال کرنے پر سخت پابندی اور بھاری جرمانہ عائد کر دیا گیا تھا جس کی بنا پر لوگوں نے سونے کو یورپ منتقل کرنا شروع کر دیا انہی وجوہات کی بنا پر سب سے پہلے سوئٹزرلینڈ کے بینک وجود میں لائے گئے تھے۔ یورپ میں بیٹھا عالمی صہیونی ساہوکار خاندان روتھ شائلڈ جس نے واٹرلو کی جنگ کے دوران برطانوی سٹاک مارکیٹ پر قبضہ جما کر برطانیہ پر معاشی قبضہ کر لیا

تھا پہلے سے ہی امریکہ میں موجود اپنے فرنٹ مینوں جیکب شیف، راک فلر، مورگن اور دیگر صہیونیوں کے ذریعے امریکی قوم کو معاشی طور پر کارپوریشنوں کے نام پر یرغمال بنا رہا تھا اس صہیونی بینکر خاندان کو معلوم تھا کہ امریکی عوام اپنا سونا محفوظ بنانے یورپ کا رخ کریں گے اسی لیے یہاں پہلے سے ہی بینکوں کا جال بچھا دیا گیا جس کے مالکان بظاہر کوئی اور تھے لیکن حقیقت میں صہیونی خاندان روتھ شائلڈ کے سرمائے سے یہ بینک کھولے گئے تھے۔امریکہ اور یورپ کے اصل زر سونے پر یہ خاندان قابض ہوا اور اس کی جگہ کاغذی کرنسی رائج کر دی گئی۔اب اس کاغذ کی کرنسی کے خاتمے کا وقت بھی آ چکا ہے تاکہ عالم انسانیت کو پوری طرح دجالی ون ورلڈ گورنمنٹ میں جکڑا جا سکے۔ یہی وجہ ہے کہ کاغذی کرنسی، پیٹرو ڈالر اور ڈیبٹ کریڈیٹ کارڈز کی جگہ اب ’’ڈیجیٹل کرنسی‘‘ متعارف کرانے کا مرحلہ شروع کیا جا چکا ہے اس سلسلے میں ہمارے ہم وطنوں نے بٹ کوائن (BITCOIN) کرپٹو کرنسی کا نام تو سنا ہوگا۔

یقیناً اب بہت سے پاکستانی بھی بٹ کوائن کرنسی (BITCOIN) کے نام سے واقف ہو چکے ہیں یہ ایک اون لائن کرنسی کا نام ہے جو انٹرنیٹ کے ذریعے استعمال میں لائی جا رہی ہے کیونکہ اس کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں ہے یعنی روپوں کی طرح ہم اسے تھام نہیں سکتے نہ اپنی جیب میں رکھ سکتے ہیں۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کرنسی کو بنانے کے مقاصد کیا ہیں؟ اس کرنسی کو بنایا کس نے؟ یہ کیسے کام کرتی ہے؟ اور اس کے نقصانات آگے چل کر کیا ہوں گے؟ معلومات کے مطابق اس کرنسی کو 3 جنوری 2009ء کو ستوشی ناکاموتو (SATOSHI NAKAMOTO) نامی ایک جاپانی نے متعارف کرایا۔مزے کی بات یہ ہے کہ اس نام کے شخص کا آج تک تعین نہیں ہو پا رہا کچھ کا خیال ہے کہ یہ ایک شخص کا نام ہے کچھ کہتے ہیں کہ یہ چند افراد پر مشتمل ایک گروپ ہے۔ یہ بھی دعویٰ کیا گیا کہ ستوشی ایک جاپانی باشندہ ہے جو 5 اپریل 1975ء کو پیدا ہوا تھا۔ بہت سوں کے خیال میں یہ جاپان کے ان افراد میں شامل ہے جس کے اجداد جاپانی نہیں بلکہ امریکہ یا یورپ سے تعلق رکھتے تھے۔ بہت سے ماہرین کا خیال ہے کہ ستوشی نے بٹ کوائن کے سوفٹ ویئر میں جس انداز کی عمدہ انگریزی زبان استعمال کی ہے وہ کسی جاپانی شہریت کے حامل فرد کی نہیں ہو سکتی اور نہ اس سے پہلے کسی بھی جاپانی کمپنی کی پراڈکٹ کے لیے ایسی عمدہ زبان استعمال ہوئی ہے۔

اس سلسلے میں جو انگریزی زبان استعمال کی گئی ہے اس کا استعمال الفاظوں کے حروف کی ترتیب سے برطانوی انگریزی کے مطابق ہے، جس میں محاوراتی لغت کے تمام پہلو مدنظر رکھے گئے ہیں جیسے ''انتہائی مشکل'' کے لیے BLOODY HARD جملہ صرف برطانوی انگریزی میں استعمال ہوتا ہے نہ کہ امریکن یا کسی اور خطے کی انگریزی میں۔ اس لئے اس تگ ودو میں مشغول بہت سے محققین کا خیال ہے کہ جس گروپ یا فرد نے یہ ڈیجیٹل کرنسی (DIGITAL CURRENCY) وضع کی ہے اس تعلق کامن ویلتھ کے کسی ملک سے ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے وہ پوری طرح برطانوی ہی ہو۔ واللہ اعلم۔ ہمارے نزدیک اس سارے مخمصے سے ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے پیچھے کون سی صہیونی دجالی قوتیں کارفرما ہیں جو تمام دنیا کا معاشی نظام اب پوری طرح اپنی مٹھی میں کرنا چاہ رہی ہیں۔

اس ڈیجیٹل کرنسی کو بنانے کا بڑا مقصد یہ تھا کہ ایسی کرنسی جو موجودہ بینکنگ سسٹم کے کنٹرول میں نہ آتی ہو اور اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ کم سے کم ٹرانزیکشن فیس میں ارسال کیا جاسکے۔ بنیادی طور پر یہ ایک اون لائن کرنسی ہے، جو مادی طور پر وجود نہیں رکھتی اور اسے انٹرنیٹ کے ذریعے ہی استعمال میں لایا جاسکتا ہے یہیں سے آپ کسی سے بٹ کوائن خرید سکتے ہیں یا بھیج سکتے ہیں۔ آپ کی یہ تمام تجارتی ترسیلات خفیہ رہتی ہیں سوائے آپ کے اور بھیجنے والے کے کوئی تیسرا فرد اس تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔ اس کی بناوٹ کو سمجھنے کے لیے موجودہ کرنسی کی بناوٹ کو سمجھنا ہوگا مثلاً اس وقت جو رقم ہماری جیب میں موجود ہے وہ روپے، درہم، پونڈ یا کسی بھی شکل میں ہوسکتے ہیں یعنی یہ کرنسی مادی طور پر وجود رکھتی ہے اسے ہم اپنے ہاتھوں میں لے کر استعمال میں لاسکتے ہیں اس کا ریکارڈ اسٹیٹ بینک کے پاس محفوظ ہوتا ہے وہی اسے کنٹرول کرتا ہے کہیں بھی بھیجنے یا منگوانے کی صورت میں اس کا مکمل ریکارڈ مرکزی بینک کے پاس ہوتا ہے اسے دوسرے الفاظ میں منی ٹریل بھی کہا جاتا ہے۔ لیکن بٹ کوائن کے معاملے میں ایسا نہیں ہے کیونکہ اسے کوئی بینک کنٹرول نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی ترسیلات یا ٹرانزیکشن کا کھوج لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کس کو اور کہاں بھیجے گئے۔ جہاں تک اس کرنسی کی قیمت کا تعین ہے تو یہ ترسیل اور طلب پر منحصر ہے جتنی اس کی ڈیمانڈ ہوگی اتنی ہی اس کی قیمت زیادہ ہوگی لیکن اگر اس کی ڈیمانڈ کم ہو اور سپلائی زیادہ

ہو جائے تو اس کی قیمت خود بخود کم ہو جاتی ہے۔ شروع میں ایک بٹ کوائن کی قیمت تقریباً ایک امریکی ڈالر کے مطابق تھی یعنی اس وقت تقریباً پاکستانی سو روپے کے برابر، جبکہ آج ایک بٹ کوائن کی قیمت تقریباً پاکستانی چھ لاکھ روپے کے برابر سمجھی جاتی ہے اور روز بروز بڑھتی چلی جارہی ہے۔ جس کی وجہ اس کی بڑھتی ہوئی طلب ہے۔ اسے حاصل کرنے کے دو طریقے ہوتے ہیں یا تو آپ اپنی کوئی چیز یا پراڈکٹ یا اپنی خدمات آن لائن فروخت کرتے ہیں تو اس کے بدلے کوئی بھی شخص آپ کو بٹ کوائن مہیا کردے گا جبکہ دوسرا طریقہ تمام دنیا میں مشہور ہو چکا ہے اسے مائننگ کہتے ہیں اس مقصد کے لیے بہت سے طاقتور کمپیوٹرز کو آپس میں جوڑ کر ان کے ذریعے ریاضی کے حساب یا MATHEMATICAL CALCULATIONS حل کروائے جاتے ہیں ان خدمات کے صلے میں کمپیوٹر کے مالک کو چند بٹ کوائن انعام یا اُجرت کے طور پر مہیا کردیے جاتے ہیں۔ اس طرح روز نئے بٹ کوائن پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ان بٹ کوائن کو شروع میں مائن کرنا آسان ہوتا ہے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مشکل تر ہوتا جاتا ہے جس کے نتیجے میں آپ کا کمپیوٹر چلانے کا خرچہ اس مائننگ عمل سے زیادہ ہو جاتا ہے اس کے بدلے انعام کے طور پر جو بٹ کوائن آپ کو ملتے ہیں ان کی قیمت کم ہوتی ہے اس لیے کوئی بھی شخص اپنی مرضی کے مطابق بٹ کوائن مائن نہیں کرسکتا۔

شروع میں جس وقت بٹ کوائن کو متعارف کرادیا گیا تھا تو اس کی ایک حد رکھی گئی تھی کہ 21 ملین سے زیادہ بٹ کوائن متعارف نہیں کرائے جائیں گے اور اس تعداد کو 2140ء تک مکمل ہونا تھا لیکن آج تک تقریباً 16 ملین بٹ کوائن وجود رکھتے ہیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی طلب کس تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ ضروری نہیں کہ ایک بٹ کوائن جس کی اس وقت قیمت تقریباً پاکستانی چھ لاکھ روپے ہے آپ پورا ایک بٹ کوائن ہی خریدیں بلکہ آپ اس کا کچھ حصہ بھی خرید سکتے ہیں اس بٹ کوائن کی اکائی ستوشی کہلاتی ہے۔ یہ ایک مکمل گمنام یا ANONYMOUS کرنسی ہے جسے دنیا میں سوائے لین دین کرنے والے دو لوگوں کے کوئی کھوج نہیں کرسکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تمام معلومات ایک جگہ جمع نہیں ہوتیں بلکہ مختلف ڈیٹا بیس جنہیں BLOCKCHAIN بھی کہا جاتا ہے ان میں موجود ہوتی ہیں

اس لیے کوئی بھی ہیکر کسی ایک سروَر یا ڈیٹا بیس کو ہیک کر کے اس کا ڈیٹا نہیں چرا سکتا۔ کیونکہ جو افراد مائننگ کے ذریعے ریاضی حساب حل کر کے بٹ کوائن حاصل کرتے ہیں درحقیقت یہی ریاضی حساب بٹ کوائن کے وجود کا ریکارڈ ہوتا ہے جو دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف لوگوں کے ذریعے جمع یا اسٹور کیے جاتے ہیں انہی حصوں کو بلاک چین (BLOCKCHAIN) کہا جاتا ہے جہاں بٹ کوائن کے تمام لین دین کا ڈیٹا اسٹور ہوتا ہے۔ جبکہ فیس بک، ٹویٹر اور دیگر سوفٹ ویئرز کا ڈیٹا ایک ہی جگہ جمع ہوتا ہے جسے ہیک بھی کیا جا سکتا ہے۔ بلاک چین کو توڑنا یا اس تک رسائی حاصل کر کے ہیک کرنا تقریباً ناممکنات میں سے ہے۔ اس طرح کسی کے بھی آن لائن والٹ (بٹوے) میں جہاں اس کے بٹ کوائن محفوظ ہوتے ہیں وہ اسے ایک پاسورڈ لگا کر محفوظ رکھتا ہے اور جس سیل فون سے وہ یہ سب کچھ کام کر رہا ہوتا ہے اس میں اس کی کوئی ذاتی معلومات اور موبائل نمبر موجود نہیں ہوتا اس لیے کوئی کوشش کے باوجود کسی بھی بٹ کوائن استعمال کرنے والے کا کھوج نہیں لگا سکتا۔ یہاں تک کہ جو شخص کسی کے ساتھ ٹریڈ کر رہا ہے اسے بھی اس کا علم نہیں ہو سکتا۔

یہی وہ ''خصوصیات'' ہیں جن کا فائدہ اس وقت دنیا بھر کا مجرمانہ مافیا اُٹھا رہے ہیں اس میں ڈرگ مافیا، سونے کا مافیا، انسانی، سمگلرز مافیا۔ یوں اب منشیات، اِغواء، بلیک ملینگ، اسلحے اور فواحش کی تمام ڈیل بٹ کوائن میں ہو رہی ہے۔ مثال کے طور پر انٹرنیٹ پر سلک روڈ نامی ویب سائٹ میں منشیات اور سمگلنگ کی ڈیل کی جاتی ہے۔ نیٹ کی خفیہ دنیا ریڈ روم میں بھی بٹ کوائن دے کر داخل ہوا جا رہا ہے آن لائن فواحش کے لیے بین الاقوامی سطح پر لڑکیوں کے گروہ اس مقصد کے لیے کام کر رہے ہیں۔ اس دجالی کرنسی کی طلب اب اس لیے بڑھتی جا رہی ہے کہ اسے مائن کرنا اب مشکل ہوتا جا رہا ہے جبکہ اگر اس کرنسی کے استحکام کے حوالے سے بات کریں تو یہ نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ بٹ کوائن کی قیمت روز لچک دکھاتی ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دستیاب معلومات کے مطابق کوئی ادارہ یا بینک اسے کنٹرول نہیں کرتا۔ اس لیے اس میں نقصان کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا مثلاً اگر ایک مرتبہ دس لاکھ روپے کے بٹ کوائن خریدے گئے ہیں تو ممکن ہے کہ اگلے روز اس کی قیمت پچاس ہزار رہ جائے جبکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کی قیمت گرنے کے چانس کم ہیں!!

چونکہ یہ کرنسی فی الحال دنیا میں رائج بینکنگ نظام کے قوانین کے برخلاف استعمال ہورہی ہے اس لیے کچھ ملکوں میں اس پر پابندی لگا دی گئی ہے اوراس میں لین دین باقاعدہ ایک جرم تصور کیا جاتا ہے۔ جولائی 2013ء سے پہلے اسے تھائی لینڈ میں مکمل طور پر بند کیا گیا تھا لیکن بعد میں اس کی شرائط میں کچھ نرمی کر دی گئی۔ اسی طرح چین میں بینکوں کو مکمل طور پر بٹ کوائن میں لین دین سے روک دیا گیا اسی طرح امریکہ میں بھی۔۔۔ بھارت کے بارے میں بھی کہا جارہا ہے کہ جلد وہاں بھی اسے بند کیا جاسکتا ہے، اس لئے اسے ایک خطرہ قرار دینے والے یہ کہتے ہیں کہ چونکہ اس کی ملکیت کا کوئی دعویدار نہیں اس لئے کل اگر اسے اچانک بند کر دیا گیا یا اس کے ڈیٹا بیس کو ہیک کرلیا گیا تو اس کا نقصان کون پورا کرے گا کس کے خلاف مقدمہ کیا جائے گا۔۔؟ جبکہ عام کرنسی کی ضمانت خود مرکزی بینک فراہم کرتا ہے کہ اگر اس کی مالیت نہ مانی گئی تو اس کا ذمہ دار مرکزی بینک ہوگا۔

مصر اور دیگر عرب ممالک سے تعلق رکھنے والے بعض محققین کا کہنا ہے کہ یہ تمام منصوبہ عالمی صہیونی سیسہ گروں کا گھڑا ہوا ہے جس کے ذریعے ایک چپ RFID متعارف کرانا ہے اس کا مطلب RADIO FREQUENCY IDENTIFICATION ہے۔ دجالی منصوبے کے مطابق یہ ایک چھوٹی الیکٹرانک چپ ہوگی جسے انسان کے جسم میں داخل کر دیا جائے گا اس چپ میں انسان کی تمام ذاتی معلومات، پاسپورٹ، بینک اکاؤنٹس، تعلیمی ریکارڈ غرض ہر چیز اس میں محفوظ ہوگی۔ مثلاً اگر اس RFID چپ کے ہوتے ہوئے جب کوئی کسی کمپنی میں نوکری حاصل کرنے جائے گا تو اسے سکین کر کے اس کا تمام ریکارڈ معلوم کرلیا جائے گا۔ خرید وفروخت کی شکل میں جب کوئی مارکیٹ جائے گا تو جس کے جس حصے میں یہ چپ موجود ہوگی اسے سکین کرا کر مطلوبہ اشیاء کی قیمت کی ادئیگی آن لائن بینکنگ کے ذریعے ہوجائے گی اور اگر کسی نے اس سسٹم کے خلاف چلنے کی کوشش کی تو اسے دردناک صورتحال کا سامنا کرنا پڑے گا اسے قید بھی کیا جاسکتا ہے اور اس RFID کے ہوتے ہوئے اسے کھانے کی بھی کوئی شے میسر نہیں ہوگی۔ کیونکہ ان دنوں کوئی بھی چیز خریدنے کا ایک ہی راستہ بچے گا اور وہ ہوگا RFID۔ یہی اصل میں وہ نشان ہے جسے عالمی صہیونی دجالی لابی مارک آف دی بیسٹ کہتی ہے یعنی دجالیت کا نشان۔ اس لیے بٹ کوائن کو

سمجھنے کے لیے RFID کے نظام کو سمجھنا بہت ضروری ہے اسی طرح اس کے پیچھے چھپے ہوئے بھیانک منصوبے تک آگاہی حاصل ہوسکتی ہے۔

یہ RFID درحقیقت ایک بینک اکاؤنٹ کی طرح ہوگا جو حکومت کے کنٹرول میں ہوگا اور حکومت جب چاہیے گی کسی بھی انسان کے بینک اکاؤنٹ سے قیمت نکال لے گی مثلاً آج کل جیسے ہم موبائل فون کا کارڈ خریدتے ہیں جیسے ہی اسے لوڈ کیا جاتا ہے اصل مالیت آنے سے پہلے ہی حکومتی ٹیکس کاٹ لیا جاتا ہے اور ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ اسی طرح آگے چل کر مختلف قسم کے ٹیکس لگا کر کسی کو بھی آسانی کے ساتھ بھکاری بنا دیا جائے گا۔ اسی لیے اس بٹ کوائن جیسی ڈیجیٹل کرنسی دنیا میں رائج کرنے کے بعد RFID سسٹم متعارف کرا دیا جائے گا جس کے بعد جس کسی نے بھی اس دجالی نظام کے خلاف آواز اٹھائی اسے چند منٹوں میں غربت سے دوچار کر دیا جائے گا۔ یوں انسان کو شیطان کا پیروکار بننے پر مجبور کیا جائے گا اور دنیا پر دجالی حکومت یعنی ''ون ورلڈ آرڈر'' جس کا مرکز امریکہ کی بجائے یروشلم میں ہوگا قائم کیا جائے گا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی حکومت یا بینک اس وقت بٹ کوائن کرپٹو کرنسی کی ملکیت ظاہر نہیں کر رہا چین اور امریکہ میں تا حال اس میں لین دین پر پابندی ہے تو پھر دجالی حکومت اسے کیسے استعمال کرے گی؟ اس کا جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ جس انداز میں کاغذی کرنسی کے بعد ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈز کو ایک سہولت کے طور پر دنیا کے سامنے متعارف کرایا گیا ہے اور اب لوگوں نے اسے ''سہولت'' کے طور پر قبول بھی کر لیا ہے اسی طرح آنے والی دنیا میں بٹ کوائن کرپٹو کرنسی بھی ایک سہولت کے طور پر متعارف کرا دی جائے گی جب دنیا اس کی عادی ہو جائے گی تو اس کے بعد اس کا اصل استعمال دجالی مقاصد کے لیے کیا جائے گا۔ اس وقت خبر یہ ہے کہ دنیا کی مہنگی کار بنانے والی کمپنی LAMBORGHINI نے اپنی کار بٹ کوائن کے مقابل فروخت کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔ کچھ عرصہ قبل ہالی وڈ میں ''گرے اسٹیٹ'' کے نام سے ایک فلم بنائی گئی تھی جس میں اس قسم کی شازشوں کا پردہ چاک کیا گیا تھا لیکن اس کی ریلیز سے پہلے ہی اس کے ڈائریکٹر DAVID CROWLEY کو پراسرار انداز میں 2015ء میں قتل کر دیا گیا اس کا جرم یہ تھا کہ اس نے اپنی فلم میں RFID نامی بھیانک منصوبے کو منکشف کر دیا تھا یوں یہ فلم مکمل ہو کر

ریلیز نہ ہوسکی۔ ڈیوڈ کرولی کا کہنا تھا کہ اس فلم میں دکھائے جانے والے واقعات کسی پروپیگنڈے کا حصہ نہیں بلکہ دنیا میں پیش آنے والے حقائق ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ ''ہم ایک ایسی گرے اسٹیٹ (امریکہ) میں رہتے ہیں جہاں بہت کم لوگ اس کی حقیقت کو جانتے ہیں، معلوم نہیں لوگ کب جاگیں گے''۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ جنوری 2015ء میں ڈیوڈ کرولی، اس کی بیوی اور بیٹی مینیسوٹا ریاست میں قائم اپنے گھر میں مردہ پائے گئے انہیں گولیاں مار کر قتل کیا گیا تھا اس کے گھر کی دیواروں کے اندر کیا ہوا، تاحال ایک پراسرار معمہ ہے۔ ڈیوڈ کرولی کے مطابق امریکہ میں حقیقی تبدیلی کا احساس اسے نائن الیون کے بعد ہوا جب اسے معلوم ہوا کہ امریکی عسکری صنعت کا براہِ رست تعلق امریکہ کی خارجہ پالیسی سے ہے اس کے بعد داخلی طور پر بھی امریکہ ایک پولیس سٹیٹ میں تبدیل ہونا شروع ہوگیا اور آزادی کے نام پر غیر محسوس غلامی کا سلسلہ شروع ہوا اسی وجہ سے ان حقائق پر میں نے ''گرے اسٹیٹ'' نامی فلم بنانے کا پروگرام بنایا کیونکہ امریکہ میں ایک طرح سے مارشل لاء کی کیفیت ہے اس کے علاوہ ایک ایسی چپ انسانوں میں ڈالنے کا منصوبہ ہے جس کے ذریعے ایک اچھے بھلے انسان کو روبورٹ سے بھی بدتر صورتحال کا سامنا ہو۔

یہ دنیا کے وہ حقائق ہیں جن کا سامنا اب دنیا کی تمام قوموں کو ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے مسائل کیا ہیں؟ قومیّتوں کی لڑائی، مسلکوں کی لڑائی، سیاسی جماعتوں پر شاہانہ قبضوں کی جدوجہد، سب کچھ لوٹ کر ہضم کرنے کے بعد یہ سوال کہ ''مجھے کیوں نکالا''، جمہوریت کے نام پر بدترین سیاسی آمرانہ قبضے، خاندانوں کی سیاست۔ کیا دنیا کی اس تیزی سے بدلتی ہوئی صورتحال کو زرداری یا نواز شریف جیسے لوگ سمجھ سکتے ہیں یا ان حالات کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ جو آج تک علاقائی سیاست سے باہر نہ نکل سکے اور جنہوں نے ملک کو جمہوریت کے نام پر سیاسی رشوت کے طور پر تقسیم کر دیا ہے سندھ تیرا تو پنجاب میرا، بلوچستان اس کا جو زیادہ سیاسی رشوت دے گا۔ اس صورتحال میں یہ سیاسی مافیا سر پر منڈلانے والے دجالیت کے عفریت کا مقابلہ کر سکیں گے؟ یہ سوال ملک وقوم کا درد رکھنے والے تمام حلقوں سے ہے۔

انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

سالانہ رپورٹ

2017ء

انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ کا قیام 1998ء میں عمل میں آیا۔انجمن کے بنیادی مقاصد میں قرآن مجید کی تعلیمات کو عام کرنا اور خاص طور پر معاشرے کے تعلیم یافتہ طبقہ کو قرآن مجید کا پیغام ان کی ذہنی سطح کے مطابق پیش کرنا شامل ہیں۔ان مقاصد کے حصول کے لئے انجمن اپنے تمام تر وسائل کے ساتھ مصروفِ عمل ہے۔ان سرگرمیوں کے جائزے، بہتری اور مشورے کے لیے انجمن کے مجلس عاملہ، مشاورت اور سالانہ اجلاسِ عام باقاعدگی سے منعقد ہورہے ہیں۔اس سلسلے میں انجمن کی سال 2017ء کی سرگرمیوں کا اجمالی جائزہ درج ذیل ہے:

01۔ دروسِ قرآن وخطابات

ترجمہ القرآن نشست: جامع مسجد قرآن اکیڈمی جھنگ میں ہفتہ وار ترجمہ القرآن نشست باقاعدگی سے منعقد ہورہی ہے۔ترجمہ القرآن کی یہ نشست جمعۃ المبارک کے دن خطبہ جمعہ سے پہلے 11 بجے تا 12:40 بجے ہوتی ہے جس میں صدرِ انجمن جناب انجینئر مختار فاروقی صاحب سلسلہ وار درسِ قرآن مجید ارشاد فرماتے ہیں۔اس میں اوسطاً 50 حضرات شرکت کرکے اپنے قلوب کو منور کرتے ہیں۔

دروسِ قرآن وحدیث: انجمن کے زیراہتمام شہر کے مختلف مقامات پر دروسِ قرآن وحدیث کا ماہانہ، پندرہ روزہ، ہفتہ وار اور یومیہ پروگرام کا درج ذیل سلسلہ بھی جاری ہے:

ماہانہ پروگرام: ☆ ہر مہینے کے پہلے سوموار کو رہائش گاہ حاجی منظور انور صاحب، سیٹلائٹ ٹاؤن

جھنگ میں ☆ اور ہر مہینے کے دوسرے بدھ کو مسجد بلال، محلّہ احمد نگر جھنگ صدر میں صدرِ انجمن درس دیتے ہیں۔

پندرہ روزہ پروگرام: ☆ ہر مہینے کے دوسرے اور چوتھے منگل کو بعد از نماز عشاء جامع مسجد عبیداللہ (المعروف گنبدوں والی مسجد) جھنگ صدر میں صدر انجمن درس ارشاد فرماتے ہیں۔

☆ ہر مہینے کے پہلے اور تیسرے منگل کو (بعد از نماز عشاء) رہائش گاہ جناب رانا امتیاز احمد صاحب محلّہ سلطان والا جھنگ صدر میں درسِ قرآن کی تقریب منعقد ہوتی ہے جس میں تدریس کی ذمہ داری سیکرٹری شوریٰ انجمن جناب انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب ادا کرتے ہیں۔

ہفتہ وار پروگرام ☆ ہر اتوار بعد از نماز عشاء جناب صدیق شہزاد صاحب کی رہائش گاہ واقع محلّہ سلطان والا جھنگ صدر میں درسِ قرآن ہوتا ہے جس کی ذمہ داری انجمن کے ناظم اعلیٰ جناب عبدالمجید کھوکھر صاحب ادا کرتے ہیں۔

☆ قرآن اکیڈمی جھنگ میں ہر جمعۃ المبارک کو ترجمۃ القرآن نشست کے بعد 12:40 تا 01:00 بجے درسِ حدیث ہوتا ہے جس کی ذمہ داری مفتی عطاء الرحمٰن صاحب ادا کرتے ہیں۔

یومیہ پروگرام: قرآن اکیڈمی کی جامع مسجد میں روزانہ بعد از نماز فجر درسِ قرآن اور بعد نماز عشاء درسِ حدیث کی مختصر نشست ہوتی ہے۔

☆ خطاباتِ جمعہ: صدر انجمن ہر قمری مہینے کے تیسرے جمعہ کے علاوہ باقی خطباتِ جمعہ جامع مسجد عبیداللہ محلّہ سلطان والا جھنگ صدر میں دیتے ہیں۔ دورانِ سال بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔

02۔ تعلیمی وتربیتی پروگرام

حسب سابق اس سال بھی قرآن اکیڈمی جھنگ میں پچیس روزہ قرآن فہمی کورس ''پھر سوئے حرم لے چل'' منعقد کیے گئے جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

☆ پہلا کورس مورخہ 06 فروری تا 02 مارچ منعقد ہوا، جس میں 17 افراد نے شرکت کی۔

☆ دوسرا کورس 09 اپریل تا 30 اپریل منعقد ہوا جس میں 16 طلباء نے حصہ لیا۔ ☆ تیسرا کورس مورخہ 06 مئی تا 25 مئی منعقد ہوا جس میں 11 شرکاء نے حصہ لیا۔ ☆ چوتھا کورس مورخہ 03 جولائی تا 23 جولائی ہوا جس میں 18 طلباء نے حصہ لیا۔ ☆ پانچواں کورس مورخہ 05 اگست تا

28 اگست ہوا جس میں 18 شرکاء نے حصہ لیا۔ ☆ چھٹا کورس مورخہ 30 اکتوبر تا 22 نومبر ہوا جس میں 07 افراد نے حصہ لیا۔ ان کورسز کی تکمیل پر اختتامی تقاریب کے انعقاد کا بھی اہتمام کیا گیا جن میں سے ایک خصوصی تقریب آڈیٹوریم میں منعقد ہوئی جس میں قرآن اکیڈمی لاہور سے جناب رشید ارشد صاحب تشریف لائے اور خطاب فرمایا۔ شرکائے کورس میں اسناد بھی تقسیم کی گئیں۔ اب تک 40 کورس ہو چکے ہیں اور تقریباً 600 افراد ان سے استفادہ کر چکے ہیں۔ فَلِلّٰهِ الْحَمْد

تربیتی نشست برائے خواتین ☆ قرآن اکیڈمی جھنگ کے خواتین ہال میں ہر ماہ کے پہلے منگل کو خواتین کے لیے تربیتی نشست باقاعدگی سے منعقد ہوتی ہے جس میں درسِ قرآن، مطالعہ حدیث، مطالعہ سیرت النبیؐ، سیر صحابیاتؓ اور مختلف موضوعات پر لٹریچر کا مطالعہ کروایا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں جملہ اخراجات انجمن برداشت کرتی ہے۔ ☆ خواتین کی دوسری ماہانہ تربیتی نشست مدرسہ جنت القرآن للبنات سرکلر روڈ جھنگ سٹی میں ہر ماہ کے دوسرے اتوار کے روز منعقد ہوتی ہے جس میں 80 تا 100 خواتین باقاعدگی سے شریک ہوتی ہیں ۔

☆ شب بیداری: اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سال 2016ء سے جامع القرآن مسجد قرآن اکیڈمی جھنگ میں ہر قمری ماہ کی 27 تاریخ کو شب بیداری کی شکل میں تربیتی پروگرام منعقد کیا جاتا ہے۔ امسال بھی یہ پروگرام باقاعدگی سے جاری رہا۔

عربی کلاس قرآن اکیڈمی جھنگ میں جمعتہ المبارک کے دن ترجمۃ القرآن نشست کے بعد عربی کلاس کا مختصر دورانیہ کا پروگرام (25-20 منٹ) جنوری 2016ء سے ستمبر 2017ء تک جاری رہا جس میں آسان عربی کلاس کا نصاب دو مرتبہ مکمل ہوا جس سے تمام شرکاء مستفید ہوئے۔

ناظرہ قرآن مجید کلاس: قرآن اکیڈمی میں آس پاس کے مقامی بچوں کے لئے ناظرہ قرآن مجید کی کلاس اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جاری ہے۔ اس سال سے علاقہ کی مقامی بچیوں رلڑکیوں کے لئے بھی ناظرہ قرآن مجید کلاس کا آغاز کیا گیا ہے جس کے لئے ایک قاریہ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔ الحمدللہ اس میں بچیوں کی شرکت کافی حوصلہ افزا ہے۔

03۔ رمضان المبارک کی سرگرمیاں

☆ تقریب استقبالِ رمضان: مورخہ 24 مئی 2017ء کو رمضان المبارک کی آمد کے

سلسلہ میں شہر کے پوش علاقہ میں واقع ابراہیم میرج ہال میں ایک تقریب بعنوان ’’استقبال رمضان‘‘ منعقد کی گئی۔ جس کے مہمان خصوصی محترم جناب ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب، صدر انجمن خدام القرآن فیصل آباد اور جناب فضل الرحمٰن جوئیہ صاحب، سابق صدر ڈسٹرکٹ بار جھنگ تھے۔ مقررین نے اپنے خطابات میں رمضان المبارک کی اہمیت اور صیام اور قیام کے احکامات اور روزوں کے سماجی اور معاشرتی پہلو پر روشنی ڈالی۔ اس تقریب میں 300 افراد نے شرکت کی۔

☆ دورہ ہائے ترجمہ القرآن: اس سال بھی شہر میں دورہ ترجمۃ القرآن کی تین نشستوں کا انتظام کیا گیا جن میں ایک نشست جامع مسجد عبیداللہ جھنگ صدر میں منعقد ہوئی جہاں انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب، صدر انجمن نے تدریس کے فرائض انجام دیے، دوسری نشست قرآن اکیڈمی جھنگ میں منعقد ہوئی جہاں دورہ ترجمۃ القرآن کی ذمہ داری جناب ملک عبدالمجید کھوکھر صاحب، ناظم اعلیٰ انجمن اور جناب اعظم سیال صاحب نے نبھائی جبکہ تیسری نشست کا انتظام جناب رائے اعجاز احمد صاحب کے مکان الامیر ہاؤس گوجرہ روڈ جھنگ صدر میں کیا گیا جس میں انجینئر عبداللہ اسماعیل صاحب نے ترجمۃ القرآن کے تدریس کے فرائض احسن طریقے سے سرانجام دیئے۔ تینوں جگہوں میں اختتام القرآن کے موقع پر صدر انجمن جناب مختار فاروقی صاحب نے خطاب کیا۔ شرکاء میں حقوق قرآن کے متعلق کتابچہ بھی تقسیم کیا گیا۔

04۔ خصوصی تقاریب

☆ ایک اہم سیمینار۔ مورّخہ 23 اپریل 2017ء کو قرآن آڈیٹوریم جھنگ میں ایک اہم سیمینار منعقد کیا گیا جس کا عنوان تھا ’’فکر اقبال کی روشنی میں (21 ویں صدی میں ایک جدید اسلامی نظریاتی فلاحی عوامی ریاست) پاکستان کے نظامِ تعلیم کے خدوخال‘‘۔ اس سیمینار کے صدرِ مجلس جناب ڈاکٹر ابصار احمد صاحب، (صدر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور) تھے اور مہمانانِ گرامی جناب ڈاکٹر طالب حسین سیال صاحب (سابق ڈائریکٹر اقبال انسٹیٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ ڈائیلاگ، اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد)، اور جناب ڈاکٹر طاہر حمید تنولی صاحب (ڈائریکٹر اقبال اکادمی لاہور) اور جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد حسین صاحب (جوہر آباد) تھے۔ مہمانانِ گرامی نے اپنے خطابات میں عنوانِ سیمینار کے مطابق سیر حاصل گفتگو۔ نقابت کے فرائض جناب

انجینئر مختار فاروقی صاحب نے انجام دیے۔اس سیمینار میں قریباً 250 افراد نے شرکت کی۔اور اس سیمینار کی تقاریر کو تحریر میں لا کر ماہنامہ حکمت بالغہ کے اگست، ستمبر، اکتوبر اور دسمبر 2017ء کے شماروں میں بھی شائع کیا گیا ہے۔

قیامِ پاکستان سیمینار: مورخہ 22 جون 2017ء کو رمضان المبارک کی 27 ویں شب کو یومِ آزادئ پاکستان کے حوالے سے قرآن اکیڈمی جھنگ کے آڈیٹوریم میں ایک اور سیمینار بعنوان ''نزولِ قرآن مجید، رحمتوں برکتوں اور قیام پاکستان کی رات'' کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں ملک کے مشہور کالم نگار و سکالر جناب اوریا مقبول جان صاحب اور میجر (ر) نصر اللہ بُٹر صاحب نے خطاب کیا۔ مہمانان گرامی نے پاکستان کی آزادی 27 رمضان المبارک کو معرضِ وجود میں آنے کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔اس تقریب کو قریباً 250 افراد نے رونق بخشی۔

☆ کلام اقبال باترنم اور تحت الفظ پڑھنے کا مقابلہ: مورخہ 09 نومبر 2017ء کو بزمِ اقبال جھنگ (قرآن اکیڈمی) کے زیر اہتمام ایک تقریب منعقد کی گئی جس کا عنوان تھا''سکول/کالجز کے طلباء کے مابین کلامِ اقبال باترنم اور تحت الفظ پڑھنے کا مقابلہ''۔اس مقابلہ میں شہر کے 20 سکول/کالجز کے طلباء نے حصہ لیا۔اس کی صدارت ممتاز ماہر تعلیم جناب پروفیسر محمد اسلم ضیاء صاحب نے کی۔ مہمانِ خصوصی جناب پروفیسر مہر غلام محمد جھگڑ صاحب، چیئرمین بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن فیصل آباد تھے جبکہ مُنصفین کے فرائض جناب پروفیسر حسن محمود صاحب پرنسپل (ر) گورنمنٹ ڈگری کالج جھنگ، جناب پروفیسر صفدر علی شاہ صاحب، پروفیسر (ر) گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج جھنگ اور پروفیسر خلیل الرحمٰن صاحب پرنسپل (ر) گورنمنٹ ڈگری کالج ٹوبہ ٹیک سنگھ نے احسن طریقے سے ادا کیے۔مقابلے میں حصہ لینے والے طلباء نے اپنے اپنے انداز میں کلام اقبال کو باترنم اور تحت الفظ پڑھا جس سے سامعین اور مہمانانِ گرامی محظوظ ہوئے۔ مہمانانِ گرامی نے اپنے خطابات میں علامہ اقبال کی فکر کو عام کرنے اور ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت پر زور دیا۔آخر میں مقابلہ میں حصہ لینے والے اور اوّل، دوم اور سوم آنے والے طلباء کو انعامات اور تحائف دیے گئے۔

رحمت للعالمین ﷺ سیمینار: مورخہ 19 ربیع الاوّل 1439ھ بمطابق 08 دسمبر 2017ء

بروز جمعۃ المبارک کو قرآن آڈیٹوریم میں ایک سیمینار بعنوان "رحمۃ للعالمین ﷺ" کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں محترم جناب ڈاکٹر ضمیر اختر خان صاحب (سابق ڈائریکٹر Motivation and Religious Affairs PAF) اور جناب عبید اللہ سیال صاحب (مشیر محتسب پنجاب، ضلع جھنگ) نے سیرت النبی ﷺ کے عنوان پر گفتگو کرتے ہوئے آپ ﷺ کی شانِ رحمت للعالمینی کے مظاہر کو نمایاں کیا۔

05۔ نشر و اشاعت

☆ماہنامہ حکمت بالغہ: الحمدللہ ماہنامہ حکمت بالغہ 11 سال سے باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے اور ہر سال کی طرح اس سال بھی ماہنامہ حکمت بالغہ کا خصوصی شمارہ ماہِ نومبر 2017ء میں بعنوان "بادشاہ، پرنس اور ارب پتی یا درویش حکمران" شائع کیا گیا ہے اور اس کی اشاعت پر اہل علم حضرات کے تحسین کے خطوط بھی موصول ہو رہے ہیں۔

☆ سلسلۂ مطبوعات: مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ کے سلسلۂ مطبوعات میں ایک کتابچہ بعنوان "فکر اقبال کی روشنی میں، اُمت مسلمہ کے مستقبل کی تشکیل نو میں اہل قلم کا رول" شائع کیا گیا۔

06۔ متفرقات

☆ اہل علم اور مقتدر حضرات سے رابطہ: امسال بھی ناظم اعلیٰ انجمن جناب عبدالمجید کھوکھر صاحب نے انجمن کے رکن شوریٰ جناب حاجی منظور انور صاحب کے ساتھ مل کر شہر کے مقتدر سرکاری افسران، اہل علم حضرات، تاجر اور پرائیویٹ اداروں میں ملاقاتیں کیں۔ ان ملاقاتوں میں ان حضرات کی توجہ قرآن فہمی کی طرف دلائی گئی۔

☆ الہدیٰ لائبریری: قرآن اکیڈمی جھنگ میں الہدیٰ لائبریری قائم ہے جس میں تفاسیر، کتب، آڈیو ویڈیو مواد دستیاب ہے۔ اس کے علاوہ ماہنامہ حکمت بالغہ، مکتبہ کی کتب اور تبادلہ میں 50 سے زائد رسائل و جرائد ہر ماہ موصول ہو رہے ہیں۔

☆ تقسیم الکتاب: قرآن فاؤنڈیشن لاہور کی جانب سے قرآن مجید کا اردو ترجمہ و تشریح "الکتاب" کا تحفہ انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں 700/1100 یا اس سے زائد نمبر حاصل کرنے

والے طلباء کو دیا جاتا ہے۔ جھنگ اور گردونواح میں یہ ذمہ داری انجمن جھنگ ادا کر رہی ہے۔

☆ ہاسٹل سکیم: منصوبہ ہے کہ قرآن اکیڈمی میں پوسٹ گریجوایٹ طلبا کی رہائش کے لئے اسلامی ہاسٹل قائم کیا جائے۔اس سلسلہ میں فرنیچر، تعمیرات، اور دیگر ضروریات کسی حد تک مکمل کر لی گئی ہیں۔ البتہ اس سکیم کو اب تک ضروری وسائل نہ ہونے کی وجہ سے شروع نہیں کیا جا سکا۔

☆ مہمانانِ کی آمد: قرآن اکیڈمی جھنگ کے وزٹ کے لیے اہل علم حضرات تشریف لاتے رہتے ہیں۔اس سال بھی مختلف معزز شخصیات قرآن اکیڈمی تشریف لائے جن میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں: ممتاز دانشور جناب اوریا مقبول جان صاحب (لاہور)، محترم جناب شمیم مصطفیٰ انصاری صاحب اور جناب شکیل اسلم صاحب (قرآن اکیڈمی ملتان)، جناب ڈاکٹر ابصار احمد صاحب (صدر مرکزی انجمن خدام القرآن پاکستان لاہور)، محترم جناب ڈاکٹر طالب حسین سیال صاحب (انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد)، جناب ریاض مجید صاحب (ڈائریکٹر ریسرچ اینڈ پبلی کیشنز رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد کیمپس)، عبدالستار نعیم صاحب (پرنسپل کالج آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد کیمپس)، جناب عنایت علی صاحب (فیصل آباد)، میجر (ر) نصر اللہ بٹر صاحب (گوجرانوالہ)، جناب عبد الرشید ارشد صاحب (جوہر آباد)، جناب رشید ارشد صاحب (لاہور)، جناب پروفیسر غلام محمد جھگڑ صاحب (چیئرمین بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن فیصل آباد)، پروفیسر ڈاکٹر محمد اسلم ضیاء صاحب (جھنگ)، پروفیسر صفدر علی شاہ صاحب (جھنگ)، پروفیسر حسن محمود صاحب (جھنگ)، جناب محمد فہیم صاحب (پشاور)، میجر (ر) فتح محمد صاحب (پشاور) اور راجہ سردار احمد صاحب (پشاور)، جناب ضمیر اختر خان صاحب (پشاور) اور جناب عبید اللہ سیال صاحب (جھنگ)۔ان معزز مہمانان نے تاثرات کے کتاب میں اپنے تاثرات بھی قلم بند کیے۔

تبصرہ وتعارفِ کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

1 قرآنی اُردو

(اشتقاقی اِنسائیکلوپیڈیا)

تالیف: لیفٹیننٹ کرنل (ر) عاشق حسین

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور

زیرِتبصرہ کتاب مطالعہ وتدریس بالخصوص الفاظِ قرآن کی تفہیم وتسہیل کے لیے کلیدی حیثیت کی حامل ہے۔ اگرچہ اُردو زبان ترکی، عربی، فارسی، ہندی اور مقامی بھاشاؤں کے اختلاط کا نتیجہ ہے تاہم صاحب کتاب کی تحقیق کا ماحصل جیسا کہ وہ تحریر کرتے ہیں، یہ ہے: ''دورانِ تحقیق میں سامنے آنے والے اعداد وشمار کے مطابق تقریباً 94 فیصد قرآنی الفاظ اُردو میں بالواسطہ یا بلاواسطہ مستعمل ہیں اور صرف 6 فیصد قرآنی الفاظ ایسے ہیں جو اُردودان حضرات کے لیے غیر معروف ہیں۔'' صاحب تصنیف کے اسلوب کی ندرت، الفاظِ قرآنی سے ان کی موانست، قرآن مجید کی روزانہ تلاوت، مواعظ حسنہ کی سماعت اور اسلامی ثقافت کی علامت ہے۔ اِسی بنا پر ہماری اُردو زبان کا ارتقاء اور یہی مؤلف کے رخشِ تخیل کی ابتداء ہے جس پر ان کی عمرِ عزیز کا کثیر حصہ صرف ہوا ہے۔ کتاب میں قرآنی الفاظ تین فصول میں بیان کیے گئے ہیں (فصلِ اوّل: اردو میں مستعمل لفظی مادہ جات۔ فصلِ ثانی: وہ لفظی مادہ جات جو اردو میں عموماً استعمال نہیں ہوتے۔ فصلِ ثالث: حروفِ جار اور ضمائر)۔ قرآنی سورتوں اور آیات کے نمبر تو دیے گئے ہیں تاہم اگر الفاظ کے معانی کے برمحل مآخذ یعنی لغات وموسوعات بالخصوص لسان العرب وغیرہ کا حوالہ بھی درج کیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ تعلیمی کتب خانوں کی اَشد ضرورت اور معلّمین کی نصابی رہنما ہے۔

2 مجموعۃ التفاسیر

مرتب: حاجی محمد مبین

زیرِنگرانی: شیخ القرآن مولانا لعل محمد صاحب

ناشر: ادارہ اقرأ اکیڈمی، کوئٹہ

زیرِتبصرہ تفسیر کی پہلی تین جلدیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں اور چوتھی جلد اشاعت پذیر ہے جو صاحب تفسیر 'محترم جناب شیخ القرآن لعل محمد صاحب' کے علمی اوصاف (خلوص وتقویٰ) کی عکاس اور ان کے تیس سالہ تعلیمی و تدریسی تجربہ نیز قرآن میں غوطہ زَنی کی غماز ہے۔ان کا ادبی اسلوبِ نگارش، آیات کے سیاق وسباق، نظم قرآن، شواہد ونظائر اور وجوہ ودلائل کی روشنی میں دَور حاضر کی دیگر اردو تفسیروں سے اس اعتبار سے ممتاز ہے کہ ان کے تفسیری دروس اور تحریروں میں کہیں بھی مسلکی تنگدامنی، ان کی وسعت نظری یا معلوماتی ہمہ گیری میں سدراہ نہیں بنتی۔ موجودہ اردو تفاسیر کی روایتی تفاسیر سے ماوریٰ یہ تفسیر منطقی وعقلی دلائل سے لبریز ایک ایسی جامع تفسیر ہے جو سیّد قطب کی تفسیر 'فی ظلال القرآن' کے اسلوب کی عکاس ہے۔ روایتی تقلیدی روش سے مبرا اور عصری علوم سے استفادہ کی نمائندہ تفسیر ہے۔ قرآن فہمی کو جلا بخشنے والی یہ تفسیر اُمت مسلمہ کے لیے بالعموم اور تعلیم و تدریس میں مصروف علماء وطلباء کے لیے بالخصوص مفید تفسیر ہے۔ تلاشِ حق میں سرگرداں نوعِ انساں کے لیے مشعلِ راہ، عظیم اِنقلاب کا مقدمۃ الجیش اور معلومات کا خزینہ ہے۔ دینی مدارس کے کتب خانوں کی ضرورت اور عوامی و تعلیمی کتب خانوں کی زینت ہے۔

لمحہِ موجود ___ اور تعلیمات اقبال

(علامہ اقبال کے شاہینوں کے لیے اقبالی تحفہ)

مصنف: پروفیسر رشید احمد انگوی

ناشر: الخلیل ریسرچ سنٹر، ملتان روڈ، لاہور

زیرِتبصرہ کتاب میں صاحب کتاب نے علامہ اقبال کی پُرنور فکر کی نمائندگی کرنے والے ایسے اشعار بمع تشریح جمع کیے ہیں جن کے مطالعہ سے موجودہ بظاہر مایوس کن حالات میں

بھی ایک خوبصورت اور تابناک قومی منظر اُمید کی کرن بن کر آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے نوجوانوں کو اُمت مسلمہ کے روشن مستقبل کا سرمایہ کہا ہے وہ انھیں ایمانی جذبوں سے سرشار کر کے عمل کی راہ پر لگانے کا فریضہ سرانجام دے چکے ہیں۔ صاحب کتاب کی روحِ قرآن سے مالا مال فکر اقبال کے ابلاغ میں حتی المقدور ان کی یہی کاوِش ہے جو منظر عام پر آ چکی ہے اور یہی درد وہ قوم کے نونہالوں میں بھی منتقل کر رہے ہیں۔ علامہ اقبال بھی جذبات کے یہی تلاطم اہل اسلام میں پیدا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

درد اپنا مجھ سے کہہ، میں بھی سراپا درد ہوں جس کی تو منزل تھا، میں اس کارواں کی گرد ہوں

یا جیسا وہ فرماتے ہیں:

میں ترا تحفہ سُوئے ہندوستان لے جاؤں گا خود یہاں روتا ہوں، اوروں کو وہاں رُلاؤں گا

صاحب تصنیف چونکہ اپنی عمر معلّمی میں گزار چکے ہیں اور علامہ اقبال کے اَفکار و تعلیمات سے بخوبی آشنا ہیں لہٰذا یہ تصنیف بھی ان کی زندگی کے مشن کی تکمیل ہے۔ عوامی لائبریریوں کی ضرورت اور تشنگانِ اقبالیات کے لیے راہ نما ہے۔

اصلاحِ معاشرہ میں حصہ ڈالیے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ زمانے کو بُرا مت کہو، میں ہی زمانہ ہوں، رات اور دن کا اُلٹ پھیر میں کرتا ہوں۔ (حدیث قدسی) اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کو اُلٹنے کا حکم دیا تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ وہاں تو وہ بندہ بھی رہتا ہے جس نے پلک جھپکنے تک بھی تیری عبادت سے غفلت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پہلے اس پر اُلٹو بعد میں دوسروں پر۔ بستی میں میری نافرمانی ہوتی رہی اور کبھی اس کا چہرہ متغیر نہیں ہوا (حدیث)۔ اللہ تعالیٰ بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جبکہ وہ لوگ اصلاح کرنے والے ہوں (سورۃ ھود-117) اصلاحِ معاشرہ ہر شخص کی ذمہ داری ہے اور قیامت کے دن ہر شخص جوابدہ ہے۔ ایک آدمی اپنی ذمہ داری کیسے پوری کرے؟ اس رہنمائی کے لیے ایک چار ورقہ پمفلٹ شائع کیا گیا ہے۔ ڈاک کا پتہ بھیج کر بلا معاوضہ منگوائیں۔ براہ کرم تشریف نہ لائیں۔

شکوہ ظلمت شب سے تو کہیں تھا بہتر اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے (احمد فراز)

البلاغ فاؤنڈیشن اسلامی خط و کتابت کورسز کا ادارہ۔ A-43، نثار روڈ، لاہور کینٹ
فون: 0333-4620711,0321-4090779
ای میل: albalagh.43@gmail.com ویب سائیٹ: www.bismerabbee.com

قرآن اکیڈمی جھنگ

کے زیراہتمام ایک کتابچہ

فکراقبال کی روشنی میں

اُمت مسلمہ کے مستقبل کی تشکیل نو

میں اہل قلم کا رول

پرنٹ ہوکر ملک کے اصحابِ علم وفضل اوراہل علم واہل قلم

حضرات تک پہنچایا گیا ہے اورابھی یہ سلسلہ جاری ہے

ان شاءاللہ

22اپریل2018ء بروزاتوار، بوقت10:30 بجے دن

قرآن آڈیٹوریم جھنگ

میں اس موضوع پراہم سیمینار منعقدکیاجائے گا

جس میں ملک بھر سے اہل علم اوراہل قلم شرکت کریں گے

جن حضرات کو یہ کتابچہ برائے تبصرہ ارسال کیا گیا ہے ان سے گزارش ہے کہ وہ اپنے تبصرے جلد ارسال فرمادیں۔ ان حضرات کے تبصرے موصول ہوگئے تو وہ سیمینار میں پڑھ کرسنائے جاسکیں گے۔

انجینئر مختارفاروقی قرآن اکیڈمی جھنگ

فرمودۂ اقبال

سیاستِ افرنگ

تری حریف ہے یا رب سیاستِ افرنگ
مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس!
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اس نے دوصد ہزار ابلیس!

خدابیزار، دین دشمن، وحی دشمن اور انسان دشمن مغربی
تہذیب کی دلدادہ اشرافیہ

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

کی

تازہ اشاعت

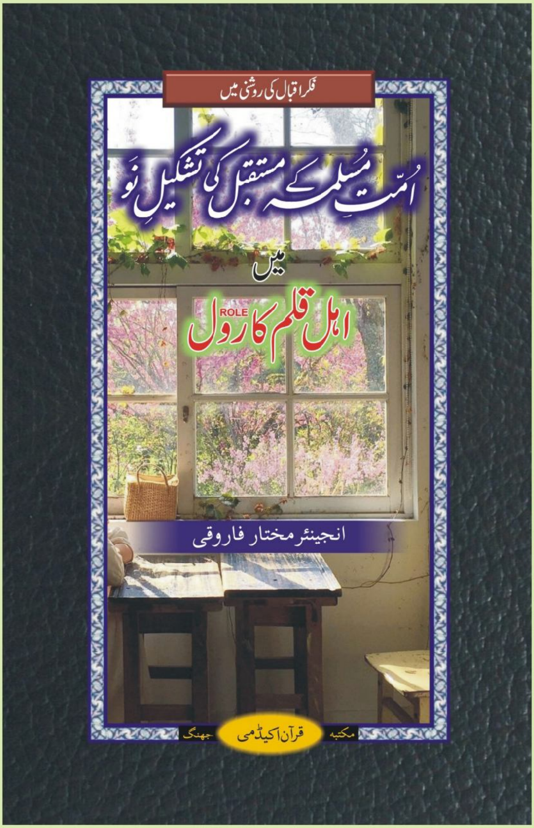

- خود مطالعہ کریں
- دوستوں کو تحفہ دیں

صفحات: 24 | قیمت: 50 روپے

مکتبہ قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ
047-7630861
047-7630863